عالیہ بخاری

ریزہ ریزہ عکس





لکڑی کی ہری رانش کی جالیوں والے برآمدے میں یہاں سے وہاں تک پلنگ بچھے ہوئے تھے۔ کچھ خالی تھے — جبکہ کچھ پر اب بھی دن چڑھے والی نیند کے مزے لوٹے جارہے تھے۔

نہ سان نہ گمان' رات کے تیسرے پہر اک دم ہی کہیں سے بادل آکر برسے تو صحن میں ٹھنڈی ہوا میں گہری نیند سونے والوں کو بڑی افراتفری کا سامنا کرنا پڑا۔ جیسے تیسے سارے پلنگ کھینچ کھانچ کر برآمدے میں بچھائے گئے۔ آدھی نیند سے اٹھنے والے بڑوں کی اور اس سارے ہنگامے میں بھی اطمینان سے لیٹے ہوئے بچوں کے لیے ٹھکانا میسر آیا تو بجلی غائب۔

بچے جو ابھی تک سوئے پڑے تھے چوں چاں کرنا شروع ہوئے تو اور بھی کوفت۔

نازو بھابھی نے چھوٹی بیٹی کو دعا کے پاس لٹایا تو ساتھ ہاتھ میں اخبار بھی پکڑا گئیں۔

"شاباش میری بہن! ذرا دعا کو پنکھا تو کرو' ورنہ اٹھ گئی تو بہت شور مچائے گی۔"

بند ہوتی آنکھوں کے ساتھ بھی اس سے انکار نہ ہو سکا' نازو بھابھی نرم طبع تھیں' اپنی تمام تر بے مروتی کے باوجود وہ ان کا کہا مان لیتی تھی۔

امی کہتی تھیں "شکر کرو' بڑی بھابھی خوش مزاج ہے' ہوتی کوئی بدمزاج' اکھڑ تو تمہارا گزارا مشکل تھا اس کے ساتھ۔"

خود اپنے مزاج کے بارے میں بھی اسے کوئی خاص خوش فہمی نہیں تھی جو ان سے متفق بھی ہو جاتی' دعا کو مستقل پنکھا کرتے ہوئے ایک آدھ بار اخبار چھٹ کر اس کے منہ پر جا گرا تو وہ روتی ہوئی اٹھ کر بیٹھ گئی۔

"اگر تم سے نہیں ہو رہا تو لاؤ' مجھے دے دو' اسے بھی اپنے پاس ہی لٹالوں گی۔" نازو بھابھی نے کہا تو سادہ لہجے میں ہی تھا مگر دعا کو شرمندگی سی ہوئی۔

"بھلا ایسی بھی کیا نالائقی کہ ایک چھوٹی سی بچی کا چند گھنٹے دھیان نہ رکھا جا سکے۔"

نازو بھابھی کو اس نے واپس سونے کے لیے بھیج دیا۔ ان کا بستر برآمدے کی بڑی محراب کے بالکل سامنے تھا' ہلکی ہلکی چلتی ہوا میں انہیں کچھ بھی جھلنے کی ضرورت نہیں تھی۔ دونوں بڑے بچے برابر والے پلنگ پر' پھر ادھر چھوٹی بھابھی اور ان کے بچے اور پھر وہ' اس بار شرمندگی سے بچنے کے لیے وہ اٹھ کر ہی بیٹھ گئی' یہ شاید اس کی دعاؤں کا اثر تھا کہ لائٹ آگئی۔ برآمدے میں لگے تینوں پنکھے ایک ساتھ چلے تو جان میں جان آئی' اخبار تکیے کے نیچے رکھ کر شکر کا کلمہ پڑھ کر جو وہ سوئی تو اب تک اٹھنے کا نام نہیں لیا تھا۔

ناولٹ

زوبیہ کی آمد اسی کاہلی اور بدسلیقگی والے دورانیے میں ہوئی۔

"آپ کے ہاں اب تک سویا جارہا ہے خالہ امی! ہمارے ہاں تو دوپہر کا کھانا بھی تقریباً" پک چکا۔" وہ امی کی بھانجی تھی اور بڑی بھابھی کی سب سے چھوٹی بہن۔

"ہمارے ہاں تو خیر کام ہمیشہ ہی وقت کی پابندی سے ہوتا ہے، سب بہنوں کو شروع سے جلدی اٹھنے کی عادت ہے۔" بڑی بھابھی کو بڑا فخر ہوتا تھا اپنے گھر کی روٹین پر۔

زوبیہ آگے بڑھ کر خود ہی خالی بستروں کو تہہ کرنے لگی تو امی شرمندہ سی ہو کر دیبا کے سرہانے جا کھڑی ہوئیں۔

"بہت تنگ ہوں اس لڑکی سے "اتنا سو کر بھی اس کا دل نہیں بھرتا، اب دیکھ لو، سب اٹھ چکے، مگر اسے ہوش نہیں ہے۔"

"رہنے دیں خالہ امی! سونے دیں بے چاری کو، میں تو بس ایسے ہی آگئی تھی کہ دیبا اٹھی ہو تو..."

"اسے اپنا نیا سوٹ دکھا سکوں۔" بستر پہ لیٹے لیٹے دیبا نے اس کی بات کاٹی تو وہ برا مان گئی۔

"ایسی تو آفت والی طبیعت نہیں ہے میری اور تم جاگ رہی تھیں۔ یوں ہی بنی پڑی ہو کام سے بچنے کے لیے۔"

"میں کوئی جاگ واگ نہیں رہی تھی لیکن جب چار لوگ عین سر پر کھڑے ہو کر گفتگو فرمائیں گے تو انسان کو اٹھنا ہی پڑتا ہے۔" اس نے ہتھیلی کی پشت کو آنکھ پر ملا، نیند ابھی بھی آنکھوں میں بھری ہوئی تھی۔

"اب باتیں نہ بناؤ، جاؤ منہ ہاتھ دھو کر ناشتہ کرلو۔" امی ہدایت دیتے ہوئے واپس جاچکی تھیں، وہ منہ دھو کر واپس آئی تو زوبیہ نے وہی بستر تہہ کیے تھے۔

"کتنا برا لگتا ہے گیارہ بجے تک گھر کا یہ حال ہے۔ میری تو خیر کوئی بات نہیں مگر کوئی اور آجائے تو..." زوبیہ نے اسے سمجھانا چاہا مگر اس نے حسب عادت کوئی اثر نہیں لیا۔

"دونوں بھابھیاں بھی تو اٹھی ہوئی تھیں۔ سیدھی [illegible] تو ان کے سوچنے کی ہیں، پھیلاوا بھی سارا ان ہی کے بچوں کا ہوتا ہے۔" نازو بھابھی پاس ہی تھیں، برا ماننے کے بجائے فوراً" اپنی غلطی تسلیم کرنے لگیں۔

"صحیح کہہ رہی ہے دیبا، مگر کیا کریں۔ صبح سے بچوں کے ساتھ دسیوں چھوٹے چھوٹے کام نکلتے ہیں، ایک منٹ کی فرصت نہیں مل پاتی۔"

کچن سے امی اسے ناشتے کے لیے آوازیں دے رہی تھیں، سو جلدی جلدی سارے تکیے، چادریں اسٹور میں رکھ کر کچن میں چلی گئی۔ زوبیہ نے نازو بھابھی کی طرف ہمدردانہ نگاہوں سے دیکھا۔

"بہت بڑا دل ہے تمہارا آپا! کتنی خدمت کرتی ہو سب کی، پھر بھی کسی بات کا برا نہیں مانتیں۔"

"بس کیا کریں۔ ہمارا تو دل ہی ایسا ہے۔" وہ معصومیت سے مسکرادیں۔

سب سے چھوٹا بیٹا ہر وقت ان کی گود میں سوار رہتا تھا، سال کا ہونے والا تھا مگر نہ تو اسے اپنے واکر میں گھومنا پسند تھا اور نہ ہی وہ گھٹنوں چلنے پر تیار ہوتا، جہاں گود سے اتارا اس بری طرح چیخ چیخ کر روتا کہ گھر والوں کو ہی درخواست کرنی پڑتی کہ نازو بھابھی سارے کام چھوڑ کر اسے گود میں لے لیں۔

چھوٹی بھابھی بشریٰ ہی تھیں جو بچے کی عادتیں بگڑنے کا واویلا کرتی رہتیں، ایک دن تو جب بڑی بھابھی اپنے میکے گئی ہوئی تھیں انہوں نے صاف لفظوں میں یہاں تک کہا تھا کہ نازو بھابھی نے جان بوجھ کر بچے کی عادت خراب کی ہے تاکہ گھر کے کاموں سے چھٹی رہیں۔

امی نے ان کی بات کا بہت برا مانا تھا اور سختی سے تنبیہہ بھی کی کہ آئندہ بولتے ہوئے وہ ذرا احتیاط رکھیں تو اچھا ہے۔ نازو بھابھی ان کی سگی بھانجی تھیں اور بشریٰ سعید بھائی کی پسند، جسے انہیں مجبوراً "اپنانا پڑا تھا۔ لہٰذا فرق لازمی تھا۔

"تمہارا سوٹ تو بہت اچھا لگ رہا ہے، کب بنایا؟" [illegible] کرتے ہوئے اس کا دھیان پھر زوبیہ کے سوٹ پر [illegible]

"کئی دن پہلے لیا تھا، یوں ہی رکھا تھا، پہنا ہی نہیں تھا۔ کیسا سیا ہے میں نے؟" رات ہی سل کر آئے سوٹ کا کریڈٹ بڑی صفائی سے خود لیتے ہوئے وہ پوچھنے لگی۔ دیبا کا نوالہ ہاتھ میں ہی رہ گیا۔

"واقعی خود سیا ہے؟" بے حد خوب صورت شرٹ تھی اور اسے پتا تھا کہ یہ ڈیزائن اگر درزی کو دیا تو کم از کم بھائی تین سو تو لے ہی لے گا۔

"امی تو کہہ بھی رہی تھیں کہ کیا ضرورت ہے اتنی محنت کرنے کی، جا کر سیدھا سیدھا درزی کو دے دو مگر میرا دل نہ مانا، بے کار میں اتنے پیسے ضائع کرنے جاؤ گے۔ چھوٹی خالہ کتنی اچھی ہیں، ہماری امی تو وہ سوٹ سلوا کر دو مہینے شور کرتی ہیں۔" اسے زوبیہ پر رشک بھی آیا اور اس کی بے وقوفی پر غصہ بھی۔ [illegible] ان کاموں [illegible] زوبیہ تو ہی سلیقہ مند لڑکی تھی۔

"تمہارے ہاں پراٹھے بہت اچھے بنتے ہیں۔" زوبیہ ناشتے میں شریک تھی، کپڑوں کے موضوع کو وہ زیادہ لمبا نہیں کرنا چاہتی تھی، خواہ مخواہ کوئی الٹی سیدھی بات منہ سے نکل جاتی سلائی کے متعلق۔ جھوٹ کے پاؤں کہاں بھلا، تعریف سنی تھی، سو سن لی۔

"امی واقعی بہت اچھے پراٹھے بناتی ہیں، سب کو پسند آتے ہیں۔ کوئی اور بنائے تو اچھے ہی نہیں لگتے۔" دیبا بتانے لگی۔

امی نے صبح کی یہ ڈیوٹی بہ خوشی اپنے ذمے لے رکھی تھی، بڑے، چھوٹے دونوں بھائیوں کے آفس جانے کے وقت سے لے کر گھر کے ایک ایک فرد کے اٹھنے تک، انہیں بار بار چولہے کے آگے بیٹھنا پڑتا۔ بشریٰ بھابھی البتہ ڈبل روٹی کا ناشتہ کرتی تھیں اور ان کے دونوں بچے بھی ابھی بہت چھوٹے تھے، سو وہ بھی انڈا یا کارن فلیکس قسم کے ناشتے تک محدود تھے۔

"تمہاری چھوٹی بھابھی نظر نہیں آرہیں۔" زوبیہ نے ادھر ادھر نگاہیں دوڑائیں تو اسے بھی بشریٰ کی کمی کا احساس ہوا۔ امی سے پوچھا تو پتا چلا وہ چھوٹے والے کو ٹیکہ لگوانے قریبی اسپتال گئی ہوئی ہیں۔

"تب ہی۔ میں تو جب بھی آئی ہوں بشریٰ بھابھی کہیں نہ کہیں گئی ہوتی ہیں، پرسوں بھی جب آئی تو گھر پر نہیں تھیں۔"

"پرسوں تو وہ امی کی کچھ چیزیں لینے گئی تھیں مارکیٹ۔" دیبا نے بشریٰ کی صفائی دینی چاہی مگر زوبیہ کے چہرے پر بڑی طنزیہ مسکراہٹ ابھری۔

"تم بہت بھولی ہو دیبا! یہ سب کام سے بچنے کے طریقے ہیں، ورنہ بازار تو شام کو بھی جایا جاسکتا ہے، ہماری بھابھی کو دیکھ لو، اپنے میکے جاتی ہیں، دو، چار دن کے لیے تو اسی حساب سے چار، چھ سالن بنا کر فریز کرکے جاتی ہیں۔ ہمیں بس روٹیاں منگوانا پڑتی ہیں بازار سے۔"

دیبا سے اس بار کوئی جواب نہ بن پڑا۔

"تم تو خیر کام میں دلچسپی نہیں لیتیں مگر بے چاری خالہ امی پر بہت رحم آتا ہے، برا مت ماننا۔" دیبا کی نگاہیں سامنے کچن کے کھلے ہوئے دروازے سے دکھائی دیتی امی پر جا رکیں۔

بارش کے بعد موسم کچھ بہتر تو ہوا تھا مگر پھر بھی گرمی تو کڑی ہی تھی۔ حالانکہ ایسی بات بھی نہیں تھی کہ وہ سرے سے کسی کام کو ہاتھ ہی نہیں لگاتی ہو مگر اس کے کام یوں ہی چلتے پھرتے ہوتے تھے، نہ دکھائی دینے والے، وہ خود بھی ان کا حوالہ دیتے ہوئے شرماتی۔

"نازو آپا تو تمہاری بہن بھی ہیں، ان کی بات اور ہے مگر بشریٰ بھابھی کو تو تھوڑا ٹائٹ رکھا کرو۔" دبے دبے لہجے میں زوبیہ نے مزید خلوص جتایا۔ یہ مشورہ وہ اس وقت سے دے رہی تھی جب سے بشریٰ بھابھی نے اس گھر میں قدم رکھا تھا۔

اس وقت بھی وہ کچھ خاموش سی ہو کر اٹھ کھڑی

"دیبا بیٹی!" گھر کے داخلی دروازے پر رفیعہ چچی کھڑی تھیں۔ ہاتھ میں سالن کا بڑا ڈونگا اٹھائے۔ کل وہ اطلاع دے گئی تھیں کہ ساری رات ہلکی آنچ پر پائے کا سالن پکانے والی ہیں۔ اس وقت یقیناً" وہی لے کر آئی تھیں۔

"اندر آجائیں نا چچی!" ان کے ہاتھ سے ڈونگا لیتے ہوئے وہ کہنے لگی' مگر اس وقت وہ جلدی میں تھیں۔

"پھر آؤں گی' ایاز کے آنے کے بعد' تمہارے چچا نے اپنے دو' تین دوستوں کو دوپہر کے کھانے پر بلایا ہے' پہلے ان سے فارغ ہو جاؤں۔" وہ اکثر کچھ نہ کچھ پکا کر لے آتی تھیں۔ پکانے کی بے حد شوقین تھیں اور چچا کھانے اور دعوتیں کرنے کے۔

زوبیہ جو اس کے پیچھے ہی اٹھ کر آئی تھی' رہ نہ سکی۔

"ساری محبت آپ کی ان ہی لوگوں کے لیے ہے۔ ہمارے ہاں تو کبھی کچھ نہیں بھیجتیں۔"

"تمہارا گھر دور ہے' مجھ سے اتنی دور پیدل نہیں چلا جاتا۔" رفیعہ چچی نے ایک اچٹتی ہوئی نگاہ زوبیہ پر ڈالی اور پھر سے دیبا کی طرف متوجہ ہو گئیں۔

"جو بات کرنے آئی تھی' وہی دماغ سے نکل گئی' لڑکی دیکھنے چلنا ہے' تم فارغ ہو تو آج ہی شام کو چلیں ورنہ ..."

"کل کا رکھ لیں چچی! آج تو موسم ویسے بھی کچھ عجیب سا ہو رہا ہے۔" دیبا نے آسمان پر نگاہ ڈالتے ہوئے مشورہ دیا۔

بادل پھر سے اکٹھے ہو رہے تھے اور ہوا بھی کچھ کچھ رکتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔

"چلو ٹھیک ہے' پھر میں انہیں فون کر کے کل شام کا کہہ دیتی ہوں۔" وہ فوراً" مان کر واپس پلٹ گئیں۔

ایاز کے لیے سال بھر سے لڑکی دیکھی جا رہی تھی۔ چچی کو دیبا کا بہت سہارا تھا' کہیں بھی اس کے بغیر نہیں جاتی تھیں۔

"آج کل کی لڑکیوں کی مجھے کیا پہچان۔ مجھ سے تو بات بھی نہیں ہوتی ڈھنگ سے' دیبا سمجھ دار ہے' مشورہ دے سکتی ہے اور بات چیت بھی اچھی طرح کر لیتی ہے۔" شہر بھر میں وہی تھیں جنہوں نے دیبا کو سمجھ داری کا سرٹیفکیٹ عطا کیا ہوا تھا اور وہ ان کی محبت کے بل پر بہ خوشی سر کے بل بھی جانے کو تیار رہتی تھی۔

"آخر کیسی لڑکی ڈھونڈی جا رہی ہے ایاز کے لیے' ملنے کا نام ہی نہیں لے رہی۔" دروازہ بند کر کے واپس اندر آتے ہوئے زوبیہ بڑے تپے تپے لہجے میں بولی۔ اسے قلق بھی بہت تھا' ہزاروں میں ایک تو وہ خود تھی مگر وہ ان لوگوں کو نظر ہی نہیں آرہی تھی' نہ انہیں نہ ایاز کو۔

"پتا نہیں کیوں دیر ہو رہی ہے' میں اور چچی تو ہر لڑکی کو پسند کر آتے ہیں مگر ہر بار کچھ نہ کچھ گڑبڑ ہو جاتی ہے۔" [illegible] سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ [illegible] کیوں نہیں رہا۔ وہ ابھی برآمدے کی طرف جانے کے بجائے کچن میں چلی گئی' امی گوشت چڑھا چکی تھیں اور اب دوسرے کام سمیٹنے کی فکر میں تھیں۔

"آپ جائیں اندر' بہت دیر سے گرمی میں کھڑی ہیں۔ بشریٰ بھابھی کو تھوڑا سا کام کر کے نکلنا چاہیے تھا گھر سے۔" زوبیہ کا ازبر کیا ہوا سبق ابھی تازہ تھا تو وہ تھوڑی سی تلخ ہونے لگی۔

"وہ بے چاری تو کافی کام کر کے گئی ہے' رات کے سارے برتن پڑے تھے اس نے دھو کر رکھے' آٹا بھی گوندھ کر فریج میں رکھا' آج صفائی والی ماسی نہیں آئی کمرے اور صحن کی بھی صفائی کی۔ وقت تنگ ہو رہا تھا ورنہ وہ برآمدے کی بھی کر جاتی۔" امی انصاف پسند تھیں' انہوں نے دیبا کو تنبیہی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے فوراً" بشریٰ بھابھی کی کارکردگی جتائی۔

"روٹی بھی کہہ رہی تھی کہ آکر پکالوں گی۔"

"نہیں خیر۔ اب اتنی گرمی میں آئیں گی' روٹی بنانے میں کون سی دیر لگتی ہے' میں خود پکالوں گی۔" دیبا شرمندگی سی ہوئی۔

اس نے زوبیہ کی باتوں میں آکر دھیان ہی نہیں دیا ورنہ کچن بھی بالکل صاف تھا اور سامنے پھیلا پڑا صحن بھی چمک رہا تھا' محض برآمدے کی افراتفری کو لے کر زوبیہ نے اتنی باتیں بنا ڈالی تھیں۔ وہ آٹا فریج سے نکالتے ہوئے سوچنے لگی۔

"برتن تو کھڑے کھڑے منٹوں میں دھل جاتے ہیں' اصل کام تو گرمی میں روٹی پکانا ہے' بشریٰ بھابھی بہت عقل مند ہیں۔ کام بھی آسان والے کرتی ہیں اور نام بھی ہو جاتا ہے۔" زوبیہ پھر تبصرہ شروع کر چکی تھی' دیبا خاموش رہی' شاید زوبیہ ٹھیک کہتی تھی۔

نازو بھابھی کا بیٹا بری طرح چیخ چیخ کر رو رہا تھا' اسے یقیناً" چند منٹ کے لیے گود سے اتار آیا تھا۔

"اب سارا دن کیا گود میں ہی چڑھائے رکھوں' میرا تو بازو شل ہو گیا ہے۔" [illegible] نازو بھابھی کی [illegible] آواز [illegible] زوبیہ بشریٰ کو چھوڑ کر بہن کی ہمدردی میں مبتلا ہونے لگی۔

"بے چاری نازو آپا! عاجز کر دیا بچے نے انہیں' میں جا کر ان کے بازو کی مالش کر دوں' کچھ تو آرام آئے گا۔" زوبیہ کو کچن کے گرم ماحول سے نکلنے کے لیے بہانہ مل گیا۔

دیبا روٹی پکانے کے بعد فارغ ہو کر اندر آئی تو دونوں بہنیں پنکھے کے نیچے آرام سے بیٹھی کسی بات پر بہت زور سے ہنس رہی تھیں' اسے دیکھ کر ایک دم سنجیدہ ہو گئیں۔

"میں چلتی ہوں اب' امی انتظار کر رہی ہوں گی۔"

"رک جاؤ اب کھانا کھا کر ہی چلی جانا۔" وہ ہمیشہ اس پر احسان دھر کر رکتی تھی۔ اس وقت بھی رک گئی' گھر میں پکی مونگ کی دال کی کھچڑی کھانے کا ویسے بھی موڈ نہیں ہو رہا تھا۔

دیبا واپس چلی گئی تو زوبیہ کو کچھ یاد آیا۔

"کل پھر ایاز کے لیے لڑکی دیکھنے جایا جارہا ہے۔" معنی خیز سی مسکراہٹ اس کے چہرے پر ابھری' نازو بھابھی بھی ہنسنے لگیں۔

"دیکھنے دو۔ سارے شہر کی لڑکیاں بھی دیکھ لیں تو فرق نہیں پڑنے والا' خود ایاز کے منہ سے انکار نہ کروایا تو میرا نام نہیں۔" زوبیہ ہاتھ پر ہاتھ مار کر ہنس پڑی۔

"جواب نہیں ہے تمہارا ابھی آپا! بے چاری دیبا اور چچی کو کب تک خوار کرواؤ گی' پتا نہیں کتنی لڑکیاں تو دیکھ چکی ہیں۔"

"زندگی سے اپنا حق خود وصول کرنا پڑتا ہے ورنہ یوں ہی منہ تکتے رہنا پڑتا ہے' سعید کی دفعہ میں ہم یوں ہی خوش فہمی میں مارے گئے تھے' ورنہ اس بشریٰ کی مجال بھی تھی کہ اس گھر میں قدم رکھ سکتی۔" زوبیہ کے لبوں کی مسکراہٹ پھیکی پڑنے لگی۔

سعید..... سعید کا حوالہ ابھی بھی دل میں تیر کی طرح چبھا کرتا تھا۔



ایاز کے لیے دیکھی جانے والی لڑکی اگلے پورے ہفتے بھی نہیں دیکھی جا سکی۔ بار بار ہونے والی بارش اور بجلی کی طویل لوڈشیڈنگ کے دوران ہونے والی شدید کوفت سارا حوصلہ ہمت ختم کر دیتے تھے۔ دیبا کی تو خیر تھی مگر خود چچی روز' آج کل' آج کل پر ٹال رہی تھیں۔

"اب اگر میری شادی کو حالاتِ حاضرہ کے ساتھ منسلک کیا جائے گا تو یہ کام ساری زندگی بھی نہیں ہو سکے گا۔" اس روز جب وہ ان کے ہاں آئے بیٹھے تھے' ایاز نے پوری قطعیت کے ساتھ پیش گوئی کی۔

"یہاں تو پھر کچھ نہ کچھ ہمیشہ ہی چلے گا' آج لائٹ کا مسئلہ ہے' کل الیکشن کا مرحلہ درپیش ہو گا۔ کسی کے ہاں بھی انتہائی ذاتی کاموں میں اس طرح کی مداخلت نہیں ہوتی ہوگی جیسی ہمارے ہاں۔" وہ بے حد جلا ہوا تھا۔

"واقعی بہت زیادتی ہے یہ تو۔" سعید سے اس کی ہم عمری بھی تھی اور دوستی بھی بچپن کی' سو وہ سب سے زیادہ غم گساری برتتا تھا۔

"اے دیبا!" اس نے سامنے سے چائے لاتی دیبا کو آواز دے کر قریب بلایا۔

"یہ تم لوگ آخر ایاز کے لیے لڑکی کا انتخاب کرنے میں کتنا عرصہ لگاؤ گے؟ ایک لڑکی نہیں ڈھونڈی جا رہی تم سے۔"

"اصل میں روز تو لائٹ چلی جاتی ہے سعید بھائی! پھر گرمی اتنی ہے کہ ہمت ہی نہیں ہوتی۔" اس نے بڑی سادگی سے من و عن وہی توجیہہ پیش کی جو ایاز دل پہلے ہی اچھا خاصا جلا چکی تھی۔ سعید کی بے ساختہ ہنسی نکل گئی۔

"خوب بس لو' خود تو تم نے یہ سارے مرحلے کامیابی سے طے کر لیے تھے اس لیے میری ٹینشن کا اندازہ کیسے کر سکتے ہو۔" ایاز سنجیدگی سے ناراض ہونے لگا۔ دیبا نے ایک نگاہ اس پر ڈالی۔

"اچھا ناراض مت ہو' میں چچی سے کہوں گی۔ ہم لوگ کل ہی چلے جائیں گے۔ مجھے پتا تھا کہ تمہیں برا لگ رہا ہے۔"

"کیا مطلب برا لگ رہا ہے' میں کیا مرا جا رہا ہوں شادی کرنے کے لیے؟" سخت توہین آمیز ریمارک تھا۔

"اتنی لڑکیاں دیکھی ہیں' مگر تم نے ہر بار منع کر دیا۔ مجھے تو اب شرم آنے لگی ہے کہیں جاتے ہوئے' اصل میں تمہاری کوئی بہن نہیں ہے نا' اسی لیے تمہیں احساس بھی نہیں ہوتا۔" دیبا نے بھی ہمدردی کا ارادہ ملتوی کر کے اسے آئینہ دکھانے کی ٹھانی۔

"اب کیا آنکھیں بند کر کے شادی کر لوں' ظاہر ہے دیکھ بھال تو کرنا پڑتی ہے۔"

"ساری لڑکیاں خراب نہیں ہو سکتیں' تمہاری نیت میں ہی فتور ہے۔" چائے کی ٹرے سامنے رکھی میز پر رکھ کر وہ اس کے سامنے بیٹھ چکی تھی۔

"میں بدنیت ہوں تمہارے خیال میں؟"

"تم ثابت کر رہے ہو کہ تمہارے دل میں کھوٹ

ہے۔" "کیا کھوٹ..... مجھے ضرورت کیا پڑی ہے جو....."

"بس میرا منہ نہ کھلواؤ' میں ہی بے وقوف ہوں۔" سیکنڈوں میں بحث کہیں سے کہیں پہنچ رہی تھی۔

ٹھہری ہوتی رات میں صحن میں بیٹھے سب ہی لوگ اپنی باتیں چھوڑ کر ان دونوں کی طرف متوجہ ہو چکے تھے۔ سعید نے باقاعدہ ہاتھ جوڑے' تب کہیں جا کر معاملہ رفع دفع ہوا۔

"میں بھی آئندہ کبھی جو تمہاری شادی کے معاملے میں شریک ہوئی۔" دیبا اٹھ کھڑی ہوئی۔

"بہت مہربانی ہے تمہاری' مجھے بھی کوئی ضرورت نہیں تمہارا احسان لینے کی۔" حرفِ آخر کے طور پر کہے جملے تھے جو ان دونوں نے ایک دوسرے سے کہے' رفعہ چچی اور امی دونوں "نہیں نہیں" کرتی رہ گئیں' دیبا اٹھ کر ادھر ہی آ بیٹھی جہاں وہ دونوں اور بشریٰ بیٹھی تھیں۔

"اس کی بات کا برا نہ ماننا بھئی! تم میرا ساتھ نہیں دو گی تو میں بھلا کس کے سہارے چلوں گی' میری خاطر چلی چلنا' اب یہ کام تو کرنا ہی ہے۔" چچی کا انداز عاجزانہ تھا' وہ اسے ہمیشہ منا لیا کرتی تھیں۔

بچپن سے ہی وہ اس کے ننھے سے وجود کی عادی ہو گئی تھیں' کہیں بھی جانا ہو وہ اس کی انگلی پکڑ کر چل پڑتیں' ایاز ہاتھ ہی نہیں آتا تھا' دیبا ہی ان کے اکیلے پن کا ازالہ کرتی تھی۔

"یہ تو میرا دل ہی جانتا ہے کہ میرے لیے تم ایاز سے کچھ کم نہیں ہو' اسی لیے اپنا حق سمجھتی ہوں تم پر۔" درحقیقت انہیں اس سے بے حد محبت تھی۔

امی کو دیبا پر غصہ آنے لگا جو ان کی اتنی محبت کے جواب میں بھی وحشت بنی بیٹھی تھی۔ "جائے گی کیوں نہیں' مجال ہے اس کی جو یہ منع کرے۔" دیبا کو ماننا پڑا کہ ایاز کتنا ہی بدتمیز اور احسان فراموش سہی' وہ چچی کی خاطر اس کی کسی بات کا برا نہیں مان سکتی۔



اگلے دن نہ سہی۔ اس اتوار کو ضرور جانے کا پروگرام طے پایا۔ دیبا زیادہ پُرامید نہیں تھی' مگر کیا کیا جا سکتا تھا۔

"مجھے اس طرح گھر گھر جھانکنا اچھا نہیں لگتا امی! معلوم نہیں ایاز کے دل میں کیا ہے' پچھلی دفعہ جو لڑکی دیکھی گئی تھی۔ کتنی اچھی تھی' گھر والے بھی بے حد شریف اور ملنسار لگ رہے تھے مگر اس نے صاف منع کر دیا۔" جانے سے ایک دن پہلے وہ دل برداشتہ سی امی سے کہہ رہی تھی کہ قریب بیٹھی بشریٰ بھابھی جھٹ سے بولیں۔

"مجھے تو صاف لگتا ہے کہ ایاز کسی کے سکھائے میں آتا ہے' اپنی عقل استعمال نہیں کرتا۔" امی حیران ہو کر ان کی شکل دیکھنے لگیں۔ ان کو اس طرح کے داؤ پیچ سے عملاً "کوئی واقفیت نہیں تھی۔ بہو میں بھی دونوں یوں ہی آ گئی تھیں۔

نازو بھابھی بھانجی تھیں' بہن نے خود ان سے کہا تو وہ انکار نہ کر سکیں' جاوید کو انہوں نے بڑی مشکل سے راضی کیا تھا اس رشتے پر' اب بھی بھولے سے بھی کسی کے سامنے بہو کی ہلکی سی بھی برائی نہیں کرتی تھیں۔ اور بشریٰ' سعید کی اپنی پسند تھیں' سعید کے گہرے دوست کی بہن! معلوم نہیں کب نظر پڑی تھی ان پر سعید کی۔ امی یا دیبا نے جاننے کی بھی کوشش نہیں کی اور بنا کسی تردد کے بشریٰ بھی گھر کا حصہ بن گئیں' بس تھوڑی سی بدمزگی اس وقت ہوئی جب نازو بھابھی نے اس رشتے پر اعتراض کیا' انہیں سعید پسند تھا زوبیہ کے لیے' اور خود زوبیہ بھی سوفیصد پُرامید تھی' مگر تقدیر کا لکھا پورا ہوا۔

زندگی چار سال آگے نکل آنے کے باوجود بہت سے حساب صاف نہیں ہوئے تھے۔

دیبا کو بشریٰ بھابھی کی بات میں وزن تو لگ رہا تھا مگر آج کل اس کا دل بشریٰ بھابھی کی طرف سے بار بار کھٹا ہونے لگتا تھا' زوبیہ کی طرف سے دی جانے والی بریفنگ کا کچھ تو اثر پڑنا ہی تھا۔

بشریٰ بھابھی کچھ دیر تو منتظر رہیں کہ وہ لوگ ان کی

رائے کے بارے میں کچھ کہیں گے مگر ان کی خاموشی پر وہ بھی کچھ کہنے سے باز رہیں، تب ہی نازو بھابھی امی کے کمرے میں چلی آئیں۔

آج وہ بڑی دیر بازار میں لگا کر آئی تھیں اور آتے ہی سیدھی اپنے کمرے میں چلی گئی تھیں۔ یہ ان کی پرانی عادت تھی "فوراً" اپنا ساز و سامان کھول کر نہیں بیٹھ جاتی تھیں بلکہ تسلی سے آہستہ آہستہ جو چیز مناسب سمجھتیں، دکھا دیتیں اور جو نہیں وہ کسی اور مناسب موقعے کے لیے اٹھا رکھتیں۔

"یہ آپ کے لیے خالہ امی! یہ دیبا کا اور یہ بشریٰ تمہارا۔" ایک کے بعد ایک تین سوٹ انہوں نے ان تینوں کے سامنے رکھے۔ دیبا نے ایک نگاہ ان کپڑوں پر ڈالی۔ چیختے رنگوں والے، عام سستے سے سوٹ۔

"سارا بازار چھان مارا، تب کہیں جا کر اپنی مرضی کے کپڑے ملے۔" نازو بھابھی اپنی کارگزاری سنا رہی تھیں۔

کپڑوں کی حالت، ان کے بیان کی تصدیق کر رہی تھی۔ دیبا کا دل برا ہونے لگا مگر وہ بھابھیوں سے بحث کرنے سے ہمیشہ بچتی تھی۔

"میں تو یہ کلر نہیں پہنتی، برا مت مانیے گا۔" بشریٰ کی آواز پر اس نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔ سپاٹ لہجے میں کہتے ہوئے وہ اپنے آگے رکھا ہوا سوٹ ان کی طرف بڑھا رہی تھی۔ پچھلے چار سالوں میں نازو بھابھی کی طرف سے اسے ایسے ہی دو، چار تحفے اور بھی ملے تھے جنہیں وہ ہمیشہ قبول کر لیا کرتی تھی مگر اس بار ایسا نہیں ہوا تھا۔

تھی تو بدتہذیبی مگر دیبا کو وہی صحیح لگی۔

"کیا خرابی ہے اس کلر میں؟" نازو بھابھی کو بشریٰ کی طرف سے اس جسارت کی امید نہیں تھی۔

"چلو، یہ لے لو دیبا والا۔" انہوں نے دیبا کے سامنے رکھا جوڑا بلا توقف اٹھا کر بشریٰ کے سامنے رکھ دیا۔ "دیبا تمہارا والا لے لے گی، کیا فرق پڑتا ہے۔"

دیبا کو ہنسی آنے لگی۔

فرق واقعی نہیں پڑتا تھا۔ تینوں ہی ایک جیسے ناقابلِ برداشت تھے۔

"نہیں بھابھی! مجھے تو یہ تینوں ہی کلر نہیں اچھے لگتے۔ آپ ایسا کریں یہ زوبیہ کو دے دیں۔ اگلی بار جب جائیے گا تو میرے لیے دوسرا لے آئیے گا۔" اپنی طرف سے بڑا مناسب حل پیش کر کے وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

"ہنہ! دوسرا لے آئیے گا جیسے اتنے ہی تو فالتو پیسے ہیں میرے پاس، خود تو کبھی توفیق نہیں ہوئی کہ کسی کو ایک رومال بھی دیں، ہماری لائی ہوئی چیزوں میں کتنے آرام سے نقص نکال گئی۔" نازو بھابھی جتنا بھی برا مانتیں کم تھا۔

"ہمارے تو سیکڑوں روپوں پر پانی پھر گیا، ہاتھ آئی پھر بھی برائی۔" انہیں اپنے میاں کی کمائی برباد ہونے کا قلق ویسے بھی چوبیس گھنٹے رہتا تھا، ان کے خیال میں سعید اور بشریٰ چالاک تھے جو اپنی آمدنی جمع کر رہے تھے اور سارے خرچ صرف ان کے سر پر ڈالے ہوئے تھے۔

حالانکہ ایسا بالکل بھی نہیں تھا۔ سعید کی تنخواہ جاوید بھائی سے کم تھی مگر اس نے تنخواہ ہمیشہ پوری کی پوری امی کے ہاتھ پر لا کر رکھی۔ اس کی شادی کے بعد بمشکل امی نے اسے اس بات پر راضی کیا تھا کہ جتنے پیسے جاوید بھائی گھر میں دیتے ہیں اتنے ہی وہ بھی دیا کرے۔ مگر وہ پھر بھی الگ سے دیبا اور امی کو زبردستی کچھ نہ کچھ دے جاتا۔

"ویسے بات تو ٹھیک ہی ہے بشریٰ بھابھی کی، یہ کلر پہننے کے لائق تو نہیں ہیں امی!" نازو بھابھی، بشریٰ کا واپس کیا ہوا سوٹ اندر لے جا چکیں تو دیبا نے بیزار لہجے میں کہتے ہوئے ان دونوں جوڑوں کو اٹھا کر امی کی الماری میں رکھتے ہوئے کہا۔ "میں تو خود بھی نہیں بناؤں گی، آپ دے دیجیے گا کسی کو۔"

"اچھا بس خاموش۔" امی ناراض ہونے لگیں۔ "تمہیں کوئی ضرورت نہیں ہے ان باتوں میں پڑنے کی، بے کار میں بھائی کا دل بھی خراب ہوگا۔"

"اتنے ہی خیال والے ہوتے جاوید بھائی تو مجھے

اُف۔ پیسے دے سکتے تھے کپڑے بنانے کے لیے، لبنیٰ کو دیکھیں ایک سے ایک کپڑے بناتی ہے جبکہ ان کے تو حالات بھی اتنے اچھے نہیں ہیں پھر بھی اس کے پاس کتنے پیسے ہوتے ہیں خرچ کرنے کے لیے۔"

حرص کی ماری ہرگز نہیں تھی مگر پھر بھی اتنا بڑا تضاد دل میں کبھی کبھی چبھن پیدا کرنے لگتا۔

امی کو اس طرح کی باتیں اور بھی تشویش میں مبتلا کرتیں۔ انہیں لگتا تھا جیسے کہیں نہ کہیں دیبا کی تربیت میں کمی رہ گئی ہے۔

"خدا کا شکر ادا کرتے ہیں لاکھوں سے اچھے حال میں اس نے رکھا ہے، ہر ایک کو اس کے نصیب کا ملتا ہے۔ زوبیہ کو اللہ اور دے، وہ بھی بہن ہے تمہاری، اس سے مقابلے بازی مت کیا کرو۔" امی پر اس کی حسرتوں کا ذرا بھی اثر نہ ہوا۔

"بہن ہوتی تو مجھے جلانے کے لیے ہر وقت اتراتی نہ پھرتی۔" وہ جھنجلائی ہوئی کمرے سے باہر نکل گئی۔

امی پر سوچ نگاہوں سے کھلے ہوئے دروازے کی طرف دیکھ رہی تھیں جہاں سے ابھی دیبا باہر گئی تھی۔ بہوؤں کی دبی دبی چپقلش، بھائیوں کا آپس کا کھنچاؤ، اپنی بیوگی! دل میں وسوسے پیدا کرنے کے لیے ایک سے زیادہ باتیں تھیں۔ اوپر سے دیبا کی حماقت بھری باتیں۔

"آپا نے بھی معلوم نہیں کیا ٹھان رکھی ہے، بالکل خاموش ہو کر بیٹھی ہیں۔" انہیں اپنی سکھر میں بیٹھی بڑی بہن یاد آنے لگیں۔

"آج سعید آجائے تو فون کرواؤں گی، پتا تو چلے کہ شجاع کے آنے میں کتنے دن باقی ہیں۔" انہوں نے خود اپنی انگلیوں پر کچھ حساب جوڑتے ہوئے سوچا۔

"کچھ کم نہیں تو تین سال تو ہو ہی گئے تھے شجاع کو گئے، دیبا سے منگنی کر کے کینیڈا اپنے بڑے بھائی کے پاس گئے تھے۔ اس وقت تو دو سال بعد شادی کا پروگرام بنا تھا۔ مگر اب تو وقت تھا کہ سرپٹ دوڑتا جا رہا تھا۔ ان کی پریشانی فطری تھی۔

"دیبا کی شادی خیر خیریت سے ہو جائے پھر انہیں کوئی فکر نہیں، دونوں بیٹے جانیں اور ان کی بیویاں۔" انہوں نے خود کو ہر فکر سے بری الذمہ محسوس کرنا چاہا۔



نازو بھابھی ناراض تھیں، رات تک جب وہ کمرے سے باہر نہیں نکلیں تو سب کو اندازہ ہو گیا، جاوید بھائی بھی آفس سے آنے کے بعد اپنے کمرے میں ہی تھے اور جب باہر نکلے تو اکھڑے اکھڑے سے، امی انہیں پریشان نگاہوں کے ساتھ دیکھے گئیں، سعید البتہ نارمل تھا، چائے پی کر ایاز کے پاس چلا گیا اور واپس آیا تو موڈ اور بھی زیادہ خوش گوار تھا۔ بدمزگی کا آغاز رات کے کھانے سے پہلے ہی ہو گیا۔ جاوید بھائی نے بشریٰ کے سوٹ واپس کرنے کی شکایت نہ جانے کس انداز میں سعید سے کی کہ اس جیسے خوش باش انسان کو بھی غصہ آگیا۔

"اتنی گھٹیا حرکت کی ہے تم نے کہ مجھے یقین نہیں آ رہا۔ بھابھی جو کچھ بھی لائی تھیں۔ تمہارا فرض بنتا تھا کہ خوشی کے ساتھ اسے قبول کرو، ناکہ تم ان کی بے عزتی کرنے کھڑی ہو جاؤ۔" وہ غصے سے بیوی کے سر پر آکھڑا ہوا۔

بشریٰ روٹی پکا کر ابھی ابھی نکلی تھی، اس اچانک جواب طلبی کی اسے امید بھی نہیں تھی۔

"میں نے کوئی بے عزتی نہیں کی، میں تو بس وہ کلر نہیں...!" اس نے بوکھلا کر صفائی دینا چاہی مگر سعید کا یہی کمال تھا کہ یا تو غصہ سالوں نہیں آتا تھا اور جب آتا تو سامنے والے کو ذرہ بھر رعایت دینے پر تیار نہیں ہوتا۔

"جہنم میں گیا کلر۔ میں صاف کہہ رہا ہوں بشریٰ کہ میں بالکل برداشت نہیں کروں گا کہ تم یہاں کسی کے ساتھ بھی بدتمیزی سے پیش آؤ، ورنہ خود سوچ لینا۔"

اس کا غصہ بڑھتا ہی جا رہا تھا اور وہ اس کی طرف سے ایک لفظ بھی سننے کو تیار نہیں تھا۔ بشریٰ کی آنکھوں میں آنسو بھرنے لگے، سعید کے اس روپ کا سامنا

اسے پہلی بار ہوا تھا۔

حالانکہ امی اسے مستقل روکنے کی کوشش کر رہی تھیں، مگر وہ دیر تک اس کے رونے دھونے کی پروا کیے بغیر اس کی خبر لیے گیا۔ اندر بیٹھی نازو بھابھی نے ایک ایک لفظ سنا۔ انہیں پتا تھا کہ سعید کو اپنے بڑے بھائی سے کس درجہ محبت ہے اور وہ ان کا کتنا احترام کرتا ہے۔ انہوں نے اسی کمزوری سے فائدہ اٹھایا تھا۔

خود جاوید بھائی کو ہی بشریٰ کی حالت پر رحم آنے لگا تو سعید نے ان کی سفارش قبول کی۔

"چلو چل کر بھابھی سے معافی مانگو۔" یہ آخری حکم، اس کی اب تک کی کہی ساری باتوں سے زیادہ تکلیف دہ تھا، مگر وہ پھر بھی کسی معمول کی طرح اٹھی، کمرے میں بیٹھی نازو بھابھی سے معذرت کی۔ ان کے پاس رکھا وہی ناقابل برداشت سوٹ شکریہ کے ساتھ اٹھایا اور اسے کمرے میں رکھ کر واپس کچن میں آکر کھانا گرم کرنے لگی، بالکل ایسے جیسے ابھی ابھی جو کچھ بھی ہوا، اس سے اس کا کوئی تعلق نہ تھا۔ دیبا جلدی سے اس کی مدد کے لیے آگے بڑھ آئی۔ اس وقت جو کچھ بھی ہوا، اس کا اسے بے حد رنج ہو رہا تھا۔ حالانکہ نوبیہ کی باتوں میں آکر اکثر وہ بشریٰ سے کھنچ جاتی تھی، مگر اس وقت اسے نازو بھابھی کی فتنہ انگیزی بہت کھلی تھی، جبکہ اصل قصوروار بھی وہ خود ہی تھیں۔

اس نے ریک میں سے پلیٹیں نکالتے ہوئے کن انکھیوں سے بشریٰ کی طرف دیکھا۔ اس کا رنگ بالکل زرد ہو رہا تھا۔ دیبا کا دل چاہا کہ وہ اس کی دل جوئی کی خاطر کچھ کہے، مگر شاید اس وقت یہ ہمدردی بھی اس کے لیے تکلیف دہ ہوتی، سو وہ چپ چاپ پلیٹیں اٹھا کر کچن سے باہر چلی گئی۔ کھانے کی میز پر سب آ بیٹھے تھے، مگر نازو بھابھی اب بھی اپنے کمرے میں تھیں۔ اکثر وہ کسی نہ کسی عذر کی وجہ سے سب سے آخر میں آیا کرتی تھیں۔

دیبا محض اس خیال سے کہ کہیں سعید پھر بشریٰ کو انہیں بلانے کا حکم نہ دے، خود اٹھ کے ان کے کمرے کے دروازے میں آ کھڑی ہوئی۔ وہ بیڈ پر نیم دراز تھیں۔ کان سے فون لگائے نہ جانے کون سی دلچسپ باتیں کر رہی تھیں کہ چہرہ خوشی سے کھلا پڑ رہا تھا۔

"کھانا لگ گیا ہے، آجائیے۔" سپاٹ لہجے میں اس نے انہیں اطلاع دی تو ان کے چہرے پر ہلکی سی ناگواری جھلکنے لگی۔

"آ رہی ہوں۔" دیبا واپس پلٹ آئی۔

بچوں کو چھوڑ کر سب ہی لوگ خاموش تھے۔ آج ہونے والی بدمزگی کا اثر اگلے کئی دن رہنا تھا۔

"آج تو سعید بھائی نے حد کر دی، اتنی بے عزتی اور وہ بھی ایک معمولی بات پر۔ مجھے تو بہت رحم آیا بشریٰ بھابھی پر۔" رات گئے جب وہ اور امی کمرے میں اکیلی تھیں تو دیبا نے ان سے کہا۔ امی ایک ٹھنڈی سانس بھر کر رہ گئیں۔

"آپ کو تو کہنا چاہیے تھا کہ بشریٰ بھابھی کی بات غلط نہیں ہے، نازو بھابھی واقعی بہت بے کار سوٹ لے کر آئی ہیں۔" اسے امی سے گلہ ہو رہا تھا، وہی تھیں جو سب کو درست رکھ سکتی تھیں اور انہیں اس کا حق بھی تھا، مگر وہ مایوس تھیں۔

"میرے کہنے سے کوئی فرق نہیں پڑنے والا تھا بلکہ بات اور بڑھ جاتی، نازو بہت تنگ دل ہے، مجھے اس کی فطرت کا اندازہ ہو چکا ہے۔" دیبا نے حیرت سے ان کی طرف دیکھا۔

اس کے خیال میں تو امی اور نازو بھابھی کے تعلقات مثالی تھے۔ وہ ان کی سگی بھانجی تھیں اور ہمیشہ ہی ایسا لگتا تھا کہ امی انہیں بشریٰ کے مقابلے میں بہت زیادہ ترجیح دیتی ہیں۔

"نازو کے ساتھ بنائے رکھنے میں ہی عافیت ہے ورنہ چار دن بھی سب کا ایک ساتھ گزارا نہیں ہو سکتا۔" امی مصلحت پسند تھیں یا کمزور۔ اس کے لیے سمجھنا مشکل تھا۔



اگلا دن رفیعہ چچی کے ساتھ جانے کا تھا، وقتی طور پر وہ بھابھیوں اور ان کے جھگڑے بھلا کر پھر سے پُرجوش ہو رہی تھی۔ ایاز کے دیے گئے طعنوں کا بھرپور جواب یہی تھا کہ اس بار ایسی لڑکی ڈھونڈی جائے کہ وہ منہ کی کھائے۔ اعتراض کی کوئی گنجائش اس کے پاس باقی نہ رہے۔ پھر شاید یہ اس کی نیت کا کمال تھا اور رفیعہ چچی کی دعاؤں کا اعجاز۔

"بالکل دیر مت کیجیے گا چچی! اس سے اچھی طرح نہیں مل سکتی ایاز کے لیے۔" دل چاہ رہا تھا کہ دیکھتی ہی رہوں۔"

واپسی میں وہ رکشہ میں بیٹھی سارا وقت خوشی خوشی آگے کا پروگرام بناتی رہی۔ شیریں واقعی بے حد پیاری لڑکی تھی۔ تین بھائیوں کی اکلوتی بہن، گھرانا بھی بہت اچھا تھا، چچی خوش تھیں، مگر ساتھ متفکر بھی، انہیں ایاز کی غیر مستقل مزاجی ڈراتی تھی، کتنی ہی بار وہ کوئی نہ کوئی بہانہ بنا کر ان کی منتخب کردہ لڑکی مسترد کر چکا تھا۔

"بس اللہ ایاز کے دل میں نیکی ڈال دے۔" گھر پہنچ کر انہوں نے امید بھرے لہجے میں اتنا ہی کہا تھا کہ دیبا نے ان کی بات تیزی سے کاٹ دی۔

"اس بار ایاز منع نہیں کرے گا۔ آپ لکھ لیں میری بات، رشتے والی آنٹی کہہ رہی تھیں کہ اگر ایاز چاہے تو وہ اسے بھی لڑکی دکھا سکتی ہیں، تصویر تو کل پرسوں وہ لا ہی دیں گی۔" دیبا کو اس بار پکا یقین تھا۔

"اللہ کرے ایسا ہی ہو۔" چچی کی نگاہیں دیبا کے خوشی سے چمکتے چہرے پر ٹکی تھیں۔

"کب سے سوچ رکھا تھا کہ دیبا ہی کو اس گھر میں آنا ہے، مگر بیچ میں ایک دم ٹپک پڑیں سکھر والی خالہ، سارا قسمت کا کھیل ہے۔" انہیں اپنی دیرینہ آرزو پورا نہ ہونے کا قلق رہ رہ کر ہوتا تھا، مگر ساتھ میں شکر بھی کرتی تھیں کہ دل کی دل میں ہی تھی، ورنہ آپس کے اس انتہائی مخلصانہ میل جول پر کتنا برا اثر پڑتا۔

دیبا کا اندازہ سو فیصد درست رہا۔ ایاز جو تصویر دیکھنے سے پہلے اپنے گزشتہ تجربات کی روشنی میں اس سارے تعریفی سلسلے کو محض دیبا کی مبالغہ آرائی سمجھے جا رہا تھا، تصویر دیکھنے کے بعد خود بہ خود ہی قائل ہو گیا۔

شیریں کی دمکتی رنگت، خوب صورت مسکراہٹ اور نیلاہٹ مائل سبز جھلک دیتی آنکھیں، تصویر کسی بہت اچھے فوٹو گرافر کے کمالِ فن کا نمونہ تھی۔ ایاز نے رضامندی ظاہر کرنے میں دیر نہیں کی۔

"اس بار واقعی دیبا نے کمال کیا ہے، اب تو ماننا ہی پڑے گا۔" جس دن شیریں کی تصویر آئی، وہ اسی شام ان کے ہاں بہت خوش خوش بیٹھا کہہ رہا تھا۔ شیریں سب کو بہت اچھی لگی تھی اس لیے اس کی تعریفیں بھی ہو رہی تھیں۔

دیبا بڑے فخر سے سر اونچا کیے اس طرح بیٹھی تھی جیسے ان ساری تعریفوں کی اصل حق دار وہی ہے۔ اس کے احساس فخر کو بڑھاوا دینے میں رفیعہ چچی کا بھی بڑا ہاتھ تھا۔

"اگر میری دیبا ساتھ نہ دیتی تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا کہ میں اتنی دور جا کر یہ لڑکی ڈھونڈ پاتی۔" وہ بار بار کہہ رہی تھیں اور ایاز کو اس کے سابقہ رویے پر شرمندہ بھی کرتی جاتیں۔



گھر میں سعید اور بشریٰ کے جھگڑے کو ابھی محض تین دن ہی ہوئے تھے، مگر نازو بھابھی کے میکے روانگی کی وجہ سے حالات خاصے معمول پر آچکے تھے۔ ان کی والدہ بیمار تھیں، اس لیے وہ چند دن کے لیے وہاں گئی تھیں۔ شاید ان کی غیر موجودگی کے احساس نے ہی بشریٰ بے چاری کو سارے قصے پر مٹی ڈالنے پر مجبور کر دیا تھا، ویسے بھی اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ سعید ان مردوں میں سے ہے جو اپنے غصے کے جوہر دکھا کر بیویوں کے سامنے ہاتھ جوڑتے نظر آتے ہیں۔ اپنی ساری بھڑاس نکال کر وہ بالکل نارمل تھا اور اس وقت بہ طور خاص ایاز کی ممکنہ شادی کی خوشی میں قبل از وقت ہی جا کر مٹھائی بھی خرید لایا تھا۔

"یہ بھی کوئی تک ہے بھلا، ابھی تو صرف تصویر آئی ہے۔ رشتہ تھوڑی طے ہوا ہے۔" ایاز جھینپ کر

ناراض ہونے لگا' مگر وہ اطمینان سے باری باری سب کے منہ میں گلاب جامن دیے جا رہا تھا۔

"اصل مسئلہ تو تمہاری رضامندی کا تھا۔ آگے کے مراحل تو یوں طے ہوئے سمجھو۔" اس کے چہرے کے آگے چٹکی بجاتے ہوئے وہ ہنس پڑا۔

چچی' امی کے پاس بیٹھی لڑکی والوں کے ہاں جانے کا دن مقرر کر رہی تھیں' انہوں نے کہلوایا تھا کہ ایاز کو بھی ساتھ لے آیا جائے تاکہ وہ لوگ بھی مل لیں۔

"ٹھیک ہے پھر اس جمعہ کو چلے چلیں گے' دیر کرنے سے کیا فائدہ۔" امی نے دن تجویز کیا تو چچی نے دیبا سے تب ہی رشتے کرانے والی آنٹی کو فون کروا کر اس پروگرام سے مطلع بھی کروا دیا۔

"شکر ہے مالک کا' یہاں تک تو پہنچے۔" سعید نے ہاتھ اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھا۔

ایاز خوش تھا جو کسی بھی چھیڑ چھاڑ کا برا نہیں مان رہا تھا' دفعتاً اسے کچھ خیال آیا تو دیبا کی طرف مڑ کر پوچھنے لگا۔

"دیبا' یہ نازو بھابھی اب تک آئیں نہیں واپس۔"

"پتا نہیں' چھوٹی خالہ کی طبیعت اچھی ہو جائے گی تو آجائیں گی وہ' ایک روز میں۔"

"کیا زیادہ طبیعت خراب ہے ان کی؟"

"نہیں زیادہ تو نہیں بس تھوڑا بخار آگیا تھا۔ اب تو ٹھیک ہیں' میں صبح گئی تھی انہیں دیکھنے۔" دیبا کو اندازہ نہیں تھا کہ وہ انہیں کیوں پوچھ رہا ہے مگر کچھ ہچکچاتے ہوئے وہ خود ہی بتا بیٹھا۔

"میں سوچ رہا تھا کہ یہ تصویر نازو بھابھی کو بھی دکھا دیں' دیکھیں کیا مشورہ دیتی ہیں وہ۔"

"تو وہیں جا کر دکھا آؤ' چھوٹی خالہ کے گھر ایک چھوڑ تین ایکسپرٹس کے مشورے مل جائیں گے' بھابھی' خالہ اور زوبیہ کے۔" دیبا اپنی بات کہہ کر زور سے ہنس پڑی۔

"ان کے ہاں میں جاتا نہیں اس لیے عجیب سا لگتا ہے۔" ایاز سنجیدہ تھا۔

"عجیب سا کیا؟ چھوٹی خالہ کو پوچھنے کے بہانے چلے جاؤ' تم تو ایسے جھجک رہے ہو جیسے وہ تمہاری ہونے والی سسرال ہو۔" سعید ابھی بھی مذاق کے ہی موڈ میں تھا۔

"اللہ نہ کرے۔" پاس بیٹھی بشریٰ کے منہ سے بے ساختہ نکلا' چند لمحوں کے لیے تو جیسے خاموشی چھا گئی' اس جملہ معترضہ کا نوٹس خاصی معنی خیزی کے ساتھ لیا گیا تھا۔

"تمہیں کیا پرابلم ہے آخر نازو بھابھی کے ساتھ۔" سعید کے ماتھے پر ہلکا سا بل پڑنے لگا۔

"میرے منہ سے ایسے ہی نکل گیا تھا' ویری سوری۔" بشریٰ گڑبڑا کر صفائی پیش کرنے لگی۔ چند دن پہلے ہونے والی بے عزتی کے غم کو بڑی مشکل سے اس نے دل سے کچھ کم کیا تھا اور اب دوبارہ سعید جیسے بے مروت کے ہاتھوں وہ سین دہروانے کی ان میں ہمت نہیں تھی' اس وقت وہ کچھ اچھے موڈ میں تھا یا چچی اور ایاز کی موجودگی کا لحاظ تھا' بشریٰ کی معذرت کو قبول کر گیا۔

"ایسا کرو' تم کل دل وہاں کا چکر لگا لینا' بھابھی سے بھی مل لینا۔" فی الحال اس کی دلچسپی ویسے بھی ایاز کے معاملے میں تھی۔

بشریٰ نے اطمینان کا سانس لیا اور آئندہ کے لیے مزید احتیاط کرنے کا ارادہ بھی باندھا کہ عافیت اسی میں تھی۔



لوہے کی بڑی سی الماری جگہ جگہ سے زنگ کھائی ہوئی تھی پھر بھی مضبوط تھی' اندر اتنے کپڑے بھرے ہوئے تھے کہ بند کرنے کے لیے اچھی خاصی محنت صرف ہوتی تھی۔ زوبیہ نے ایک ڈھیر بہ مشکل اندر دھکیلا تو اچھا جا" اوپر والے خانے میں رکھے سارے کپڑے نیچے آ پڑے۔

"کیا مصیبت ہے آخر۔" اس نے باآواز بلند اس ساری بدنظمی پر اظہار خیال کیا جو گھر والوں کے اپنے ہاتھوں پھیلائی ہوئی تھی۔

"کوئی الماری تو ڈھنگ کی لے دیں اماں! معلوم

نہیں کب کی یادگار ہے جو اتنی سنبھال کر رکھی ہے۔ جہیز کی ہے کیا آپ کے؟" زمین پر بکھرے ڈھیر کپڑوں کا چھوڑ کر وہ سامنے مسہری پر نیم دراز چھوٹی خالہ کے پاس آکر بیٹھ گئی۔

"خدا نہ کرے جہیز میں کیوں ملتی۔" "انہیں اس کی بات اچھی نہیں لگی۔

"ہمارے زمانے میں اتنی فضول چیزیں نہیں ملتی تھیں' میری تو وہ ہے۔" انہوں نے سامنے والے کمرے کی طرف اشارہ کیا۔

"خالص ساگوان کی لکڑی کی' یہ تو تمہاری پیدائش پر لائے تھے تمہارے ابا۔"

"تب بھی کتنی پرانی تو ہو گئی۔" وہ بالکل ٹھیک ٹھیک مدت جتاتے بتاتے "فوراً" ہی رک گئی۔ "بھلا چیزوں کی عمر پر اتنا کھلا تبصرہ کرنے کی کیا ضرورت ہے" اس نے چھوٹی خالہ کو بھی تنبیہہ کرنا ضروری سمجھا۔

"آپ کو بھی ضرورت نہیں ہے سب کو بتانے کی کہ کب کیا خرید اگیا ہے۔"

"مجھے کیا ضرورت پڑی ہے۔" وہ دو دن پہلے اتر جانے والے بخار کو اب بھی لفٹ کرائے جا رہی تھیں اور اسی حساب سے چڑچڑی ہو رہی تھیں۔

"اس سب کو سمیٹو اور بند کرو الماری۔" انہوں نے فرش پر پڑے کپڑوں کی طرف اشارہ کیا مگر وہ ان کے کمرے کی الماری میں لگے شیشے کے سامنے جا کھڑی ہوئی۔ تھوڑی دیر پہلے درزی سے سوٹ لے کر آئی تھی اسی کی شرٹ پہن کر دیکھنا تھی۔ سرخ رنگ کی شرٹ اس نے ویزا ئننگ کرکے سلوائی تھی۔ زوبیہ کا ٹیسٹ بہت صاف تھا جس پر اسے بڑا ناز بھی تھا "اسے اور نمایاں کرنے کے لیے وہ ایسے ہی شوخ رنگ پہنا کرتی تھی۔ آئینے کے سامنے گھوم گھوم کر اچھی طرح دیکھ کر بھی اس کا دل نہیں بھر رہا تھا' تب ہی ڈور بیل بج گئی۔

"وہ آئی ہوگی اپنی شاپنگ مکمل کرکے" آئی تھیں بیمار کی عیادت کے لیے مگر اپنے سیر سپاٹے ہی ختم نہیں ہوتے۔" چھوٹی خالہ کبھی کبھی دونوں بیٹیوں سے بیزار ہونے لگتی تھیں۔

زوبیہ نے کوئی جواب نہیں دیا' پہلی بیل پر دوڑے چلے جانا اس کی شان کے خلاف تھا مگر جب لگاتار بیل بجے گئی تو اسے جانا ہی پڑا۔

"آ رہی ہوں' صبر نہیں ہو رہا کیا۔" ایک جھٹکے سے دروازہ کھولتے ہوئے وہ غصے سے چلائی' سامنے کھڑا ایاز بے ساختہ ایک قدم پیچھے ہٹ گیا۔

"آپ...." زوبیہ کو بڑی خوش گوار حیرت کا سامنا تھا۔

"نازو بھابھی کا پتہ کرنے آیا تھا۔" سرخ قمیص' ہری شلوار اور صحن میں الگنی پر سے کھینچ کر گلے میں ڈالا ہوا پیلا دوپٹہ! اس رنگ برنگے کمبی نیشن سے اس نے بہ مشکل ہی نگاہ چرائی ورنہ ہنسی چھوٹ ہی جاتی تھی۔

"اندر آئیے نا۔" زوبیہ بہت اخلاق سے ایک طرف ہٹ کر اسے اندر آنے کا کہہ رہی تھی' لمحے سے بھی کم وقت میں امی نے ایاز کو نازو کی غیر موجودگی سے فوری طور پر آگاہ نہ کرنے کا فیصلہ کیا تب ہی ایاز کو خیال آیا کہ اسے چھوٹی خالہ کی عیادت کرنی ہے۔

"سنا تھا' چھوٹی خالہ کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔" اندر آتے ہوئے وہ پوچھنے لگا۔

"امی کی طبیعت تو بہت خراب ہے' ہم لوگ بہت پریشان ہیں۔ کئی دن سے۔" اپنی دعوت کا فوری اثر دیکھ کر اس کی خوشی کا ٹھکانہ نہیں تھا مگر مصلحتاً "پریشانی" طاری کی تھی۔

"اچھا۔" ایاز کو افسوس ہوا' چھوٹی خالہ اتنے دن سے بیمار ہیں اور انہیں دیکھنے کے لیے ایک بار بھی آیا نہ گیا۔ صحن میں جگہ جگہ گرے پانی اور فالتو سامان سے بچتا بچاتا وہ زوبیہ کے پیچھے چلتا چھوٹی خالہ کے کمرے میں آگیا۔ وہ ابھی تک اسی نیم دراز پوز میں تھیں۔ ایاز کو آتا دیکھ کر اٹھنے لگیں تو اس نے بڑھ کر تیزی سے منع کر دیا۔

"لیٹی رہیے' میں تو بس آپ کو پوچھنے آیا تھا۔"

چند لمحوں کے لیے اسے نازو بھابھی بھی بھول گئیں۔

"بہت اچھا کیا' میں تو خود بستر پر پڑے پڑے بیزار ہو گئی ہوں۔" چھوٹی خالہ خوش ہو گئیں۔ آج کل ان کا پسندیدہ "پاس ٹائم" اپنی بیماری کی تفصیلات سنانا ہی رہ گیا تھا جو بلاتوقف شروع ہو گئیں۔ جہاں جہاں سے بھولتیں' زوبیہ یاد دلا دیتی' ایاز پہلے چند منٹ تو واقعی سنجیدگی سے سنتے گیا مگر جب ہر بات تیسری اور چوتھی بار دہرائی جانے لگی تو اس کی نگاہیں کمرے میں ادھر ادھر دوڑنے لگیں۔

الماری کا کھلا ہوا پٹ' فرش پر لگا کپڑوں کا ڈھیر' مسہری کی میلی چادر' تکیوں پر الٹے چڑھائے ہوئے کور اور مسہری کے ساتھ رکھی چھوٹی سی میز پر رکھے پچھلے وقت کے کھانے کے برتن ایک ایک کرکے سب ہی اس کی نگاہوں میں آتے گئے۔

اس ساری مصروفیت میں قریب کرسی پر بیٹھی مستقل مسکراتی زوبیہ کو دیکھ کر مسکرانا بھی پڑ رہا تھا۔

وہ چند منٹ کے لیے پھرتی سے جا کر پیلا دوپٹہ اتار کر ہرا اوڑھ آئی تھی اور اپنے کمرے میں جا کر ہلکی سی لپ اسٹک بھی لگا آئی تھی۔ ایاز کی مسکراتی نگاہوں کا سارا کریڈٹ وہ خود پر بے حد "سوٹ" کرنے والے ریڈ کلر کو دے رہی تھی۔

"نازو بھابھی کب تک آجائیں گی؟" کچھ ہی دیر میں اس سارے شغل سے بور ہو کر اس نے پوچھا۔

"بس آنے والی ہو گی' ڈاکٹر کے ہاں دیر سویر تو ہو ہی جاتی ہے۔ چھوٹی والی کو کھانسی کے مارے چین نہیں آ رہا تھا۔" چھوٹی خالہ شاپنگ کا قصہ صاف گول کر گئیں۔ سچی بات یہ کہ انہیں ایاز پر کوئی ایسا بھروسا بھی نہیں تھا۔ تھا تو وہ ایک طرح سے نازو کا سسرالی! یہاں کی خبر وہاں پہنچانے میں کیا دیر لگاتا۔ دل میں وہم پڑنے لگا تو انہوں نے اسے بچی کے آنے سے پہلے ہی یہاں سے چلتا کرنے کی سوچی۔

"زوبی! کوئی چائے شربت ایاز کے لیے لاؤ۔"

"نہیں خالہ! اب میں چلتا ہوں۔" وہ فوراً" اٹھ کھڑا ہوا۔ زوبیہ نے اصرار بھی کیا مگر وہ رکا نہیں۔

"امی کی بیماری کی وجہ سے سارا کام یوں ہی پڑا ہے۔ آپ کی کوئی خاطر تواضع بھی نہیں ہوئی۔" دروازہ بند کرنے کے لیے اس کے ساتھ صحن میں آتے ہوئے زوبیہ نے گھر میں پھیلی افراتفری کی وجہ تسمیہ بیان کرنا بھی ضروری سمجھا۔

"کوئی بات نہیں' میں مہمان تھوڑی ہوں۔" وہ سادگی سے کہتا ہوا گیٹ سے نکلنے لگا تو ایک بار پھر رکنا پڑا۔

"لگتا ہے ہمارے گھر آپ کا دل نہیں لگا۔" زوبیہ کی آواز میں کھنک تھی۔ ایاز کچھ چونک سا گیا۔ شوخ مسکراہٹ لیے زوبیہ اسی کی طرف دیکھ رہی تھی۔

"دیبا کے ہاں تو آپ گھنٹوں بیٹھے رہتے ہیں' وہاں تو بور نہیں ہوتے۔" معلوم نہیں وہ کیا جتانا چاہ رہی تھی' ایاز نے تو اس پر بھی غور کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی۔

جواباً" محض ہنستے ہوئے خدا حافظ کہہ کر وہ اپنی بائیک کی طرف بڑھ گیا۔ زوبیہ پُرسوچ نگاہوں سے اس کی طرف دیکھے گئی۔ وہی تھا جو اب رفتہ رفتہ اس کی سوچوں کا مرکز بنتا جا رہا تھا اور ایمان داری کی بات یہ کہ ہر لحاظ سے سعید سے بہتر تھا۔ شکل میں بھی' عادت میں بھی اور آمدنی کے لحاظ سے بھی۔

سوچوں کو یہ رخ دینے میں بڑا ہاتھ نازو کا تھا اور اسی کی صلاحیتوں پر بھروسہ کرکے وہ پُرامید بھی تھی۔

"اور ایاز کی اماں ہیں کہ سارے زمانے میں لڑکیاں دیکھتی پھر رہی ہیں' قریب کی نگاہ بالکل ہی کمزور ہے۔" جل کر اس نے سوچا اور نازو بھابھی کو ایاز کی آمد کا قصہ سناتے ہوئے کہہ بھی دیا۔

"فکر مت کرو' ہوتا وہی ہے جو میں چاہوں گی' بڑی مانتا ہے ایاز میری۔ اصل مسئلہ تو خود ہمارے اپنے گھر میں ہے' اب دیکھ لو میں نہیں تھی تو امی سے اتنا بھی نہیں ہوا کہ ایاز کو کچھ دیر بٹھا ہی لیتیں' چلتا کر دیا آدھ گھنٹے میں ہی۔"

چھوٹی خالہ بڑی دیر سے آنکھیں بند کیے لیٹی تھیں۔ بیٹیوں کی زبانی اپنی سمجھ داری پر ریمارک سن

گرج تو گئیں۔
"تمہارا ہی خیال کر کے نہیں بٹھایا تھا پھر کہتیں کہ میری شاپنگ سے سارے جل جاتے ہیں اور دوسرے کوئی خاص ہیرے بھی نہیں لگ رہے ایاز میں۔ دیبا تو شجاع کے ساتھ کینیڈا جائے اور میری زوبی کی ساری عمر ان ہی چار گلیوں کو ناپتے کٹے تمہاری طرح۔" ساری بات میں نازو بھابھی کو سب سے زیادہ اپنی مثال چبھی۔
"تو کہاں سے لائیں گی آپ امریکہ، کینیڈا والے رشتے۔ یہاں ایاز سے بہتر لڑکا مل جائے تو میں مان جاؤں۔" وہ پوری طرح بحث پر آمادہ ہو گئیں۔
چھوٹی خالہ کے چہرے پر بیزاری کے آثار نمایاں ہو رہے تھے، جب بھی نازو بھابھی کا قیام طویل ہونے لگتا، وہ ان سے یوں ہی تنگ آنے لگتی تھیں۔ اس بار ان کی بہو بھی میکے جا بیٹھی تھی، سو خدمت میں کمی بھی آ گئی تھی۔
"جب تمہارے لیے اتنا اچھا رشتہ مل گیا تو زوبی کے لیے کیا مشکل ہے۔ وہ تو ماشاء اللہ ہزاروں میں ایک دکھتی ہے۔"
"تو مجھ میں کیا خرابی تھی، لولی لنگڑی تھی، ہوش حواس گم تھے، آنکھوں سے دکھائی نہیں دیتا تھا۔" جذباتی ہو کر نازو بھابھی شروع ہو چکی تھیں۔ زوبیہ کو باری باری ماں اور بہن دونوں کے آگے ہاتھ جوڑنے پڑ رہے تھے مگر خاموش ہونے کے لیے کوئی بھی تیار نہیں تھا۔
یہاں آپس کی لڑائیاں نئی بات نہیں تھیں۔ گھر کی ان تینوں خواتین کو نہ خود پر کنٹرول تھا اور نہ زبانوں پر۔ نازو بھابھی کی شادی سے پہلے بھی ماں بہنوں کی یوں ہی کسی بھی بات پر ٹھن جاتی تھی، اب تو پھر بھی تھوڑا سا وقفہ آ گیا تھا مگر جب بھی ہوتی ہار ماننے کو کوئی بھی تیار نہ ہوتا۔
زوبیہ کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ نازو آپا سے ایاز کے بارے میں کچھ اور باتیں کرے مگر اب رات گئے تک ایسی خوش کن گفتگو ہونے کے کوئی آثار نہ دکھائی دیتے تھے۔

☼ ☼ ☼

ایاز جو اس دن وہاں سے یہ سوچ کر آیا تھا کہ اگلے دن نازو بھابھی سے مشاورت کے لیے دوبارہ جائے گا، ایسا موقع ہی نہیں آیا۔ آفس میں اچانک چند ایمرجنسی میٹنگز آ گئیں۔ اس کی مصروفیت ایسی ہوش بھلانے والی ثابت ہوئی کہ وقتی طور پر توجہ اسی طرف مرکوز رہی۔ صبح کا نکلا رات گئے واپس آتا تھا۔ جمعہ کے دن بھی شیرین کے گھر سب کو اس کے بغیر جانا پڑا۔ لڑکی والوں سے اسے ساتھ نہ لانے کی معذرت کرنی پڑی جو انہوں نے بہ خوشی قبول کی۔
"اچھی پوسٹ پر کام کرنے والوں کی ایسی ہی مصروفیات ہوتی ہیں۔"
شیرین کے بھائی ان چند دنوں میں ایاز کی معلومات بھی کر چکے تھے اور آفس جا کر ایک نظر اسے دیکھ بھی چکے تھے۔ سو بے حد مطمئن تھے، محض رسماً انہوں نے چند روز کی مہلت سوچنے کے لیے طلب کی تھی۔ سب ہی خوش خوش لوٹے تھے۔ ایاز ان لوگوں کے آنے کے بھی گھنٹہ بھر بعد آفس سے آیا تھا۔
"بس دو مہینے بعد کی تاریخ کی بات کرنی ہے ان لوگوں سے۔ جہیز وہیز ہمیں چاہیے نہیں، یہ کہہ دینا۔" رفعہ چچی اسی ارادے کا اعادہ کر رہی تھیں جس کا عموماً ایسے موقعوں پر سب کرتے ہیں اور پوری طرح دھوم دھام سے جہیز لیتے اور دیتے ہیں۔ ایاز بے حد خوش تھا۔
شیرین اسے ایک نگاہ میں بے حد اچھی لگی تھی گو ابھی تک اس نے صرف فوٹو ہی دیکھا تھا مگر اس کا حسن تصویر میں بھی منہ سے بول رہا تھا۔ وہ خود کو در حقیقت بے حد خوش قسمت سمجھ رہا تھا اور اس خوشی میں اسے نازو بھابھی ایک بار بھی یاد نہیں آئی تھیں مگر جب وہ بہت مسکراتا ہوا رات گئے سعید کے پاس اپنی خوشی شیئر کرنے گیا تو وہ بالکل سامنے ہری وارنش والی لکڑی کی جالیوں والے برآمدے میں بالکل اکیلی کھڑی

تھیں۔ ایک لمحے کے لیے تو ایاز کو ایسا لگا جیسے وہ اس کے انتظار میں کھڑی ہیں۔
"ارے آپ کب آئیں بھابھی؟" انہیں اچانک دیکھ کر اسے خوشی ہوئی تھی اور اس وقت کچھ زیادہ ہی۔ وہ چپ چاپ کھڑی رہیں، ایاز اپنی دھن میں بولتا ہوا صحن پار کر کے ان کے قریب جا پہنچا۔
"میں تو گیا بھی تھا چھوٹی خالہ کے ہاں آپ سے ملنے۔"
"تمہارا رشتہ طے ہو رہا ہے؟" انہوں نے جیسے اس کی بات ہی نہیں سنی اور یہ سوال اتنی سنجیدگی سے ان کی طرف سے آیا تھا کہ ایاز جیسا خوش باش بھی جیسے ٹھٹک سا گیا۔
"آج یہ سب لوگ اسی سلسلے میں گئے تھے لڑکی والوں کے ہاں۔" انہوں نے وہی سوال دوسرے الفاظ میں دہرایا۔ ایاز کو لگا جیسے وہ اسی وجہ سے خفا ہیں کہ انہیں اس موقع پر پوچھا نہیں گیا۔ غلطی تو تھی مگر وہ آئندہ اس کا ضرور ازالہ کر دے گا۔ یہی سوچ کر اس نے ان کی ناراضی دور کرنے کی ٹھانی۔
"میں آپ کو یہی بتانے تو گیا تھا وہاں مگر آپ ملیں ہی نہیں۔ شیرین کی تصویر بھی تھی میرے پاس آپ کو دکھانے کے لیے۔"
"شیرین!" نازو بھابھی کو یہ نام سن کر دل پر دھکا سا لگتا ہوا محسوس ہوا اور جس بے تکلفی سے ایاز نے یہ نام لیا تھا، وہ بھی بڑا دل توڑنے والا تھا۔ چند دن، محض چند دن میں کوئی اجنبی ہستی ایاز کے لیے اپنائیت کے رشتے میں ڈھل گئی تھی۔
"اس بار تو دیبا اور امی نے کمال کر دیا، بہت خوب صورت ہے شیرین، آپ دیکھیں گی تو بہت پسند کریں گی اسے۔" ان کی حالت سے بے خبر وہ گن گائے گیا۔ غم و غصہ کی ایک آگ تھی جو نازو بھابھی کو جلا رہی تھی، ان کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ چند دن کی غیر حاضری اس طرح ہتھیلی پر سرسوں جمائے گی۔
"معلومات تو کروائی ہوں گی لڑکی کے بارے میں۔"
ایاز کا سپاس نامہ ختم ہوا تو وہ سرد مہری سے پوچھنے لگیں۔
"جن خاتون نے رشتہ کروایا ہے ان ہی کے جاننے والے ہیں، بہت تعریف کر رہی تھیں امی اور دیبا۔" وہ بے حد مطمئن تھا۔
نازو بھابھی کے چہرے پر طنزیہ مسکراہٹ پھیلنے لگی۔
"تمہاری امی اور دیبا تو ہر ایک کی تعریف کرتی ہیں اور یہ رشتے کرانے والیاں انہیں تو بس اپنے پیسوں سے مطلب ہوتا ہے۔ اصل میں تو تمہیں خود سارا پتا کروانا چاہیے تھا۔ آخر ساری زندگی کا معاملہ ہے۔ آج کل کی لڑکیوں کا کوئی بھروسا نہیں۔" ایاز کچھ چپ سا ہو کر ان کی شکل دیکھنے لگا۔ اس بار وہ اس طرح سوچ ہی نہیں سکا تھا، ورنہ ہر بار جب بھی کوئی لڑکی اس کے لیے پسند کی جاتی، نازو بھابھی کوئی نہ کوئی نکتے کی بات نکال ہی لیتی تھیں۔ اس بار شیرین کی خوب صورتی نے کوئی منفی بات ذہن میں آنے ہی نہیں دی تھی۔
"میری مانو تو تھوڑا بہت ضرور پتا کرواؤ، ابھی تو بات تمہارے ہاتھ میں ہے۔" وہ ہمدردانہ لہجے میں مشورہ دے رہی تھیں۔
سامنے والے کمرے سے سعید نکل آیا تو بات بیچ میں ہی رہ گئی۔
وہ شکی مزاج بالکل نہیں تھا، نازو بھابھی کے خلوص پر ہلکا سا بھی شبہ نہیں کرتا تھا۔ اتنے سالوں کا ساتھ تھا اور ہمیشہ ہی بہت محبت سے انہوں نے اس کو اپنا بھائی کہا اور مانا تھا، سو ان کی بات میں ہمیشہ ہی وزن لگتا تھا۔ دل میں اڈتی بے پایاں خوشی تھوڑی سی مدھم تو پڑنے لگی تھی۔
کچن میں بچوں کے فیڈر بوائل کرنے والی شبری نے ایک ایک لفظ سنا۔ تلخ سی مسکراہٹ اس کے لبوں پر چند لمحوں کے لیے آئی اور جب وہ فیڈر لے کر برآمدے سے گزرتی ہوئی اپنے کمرے میں جا رہی تھی تو نازو بھابھی نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔ انہیں خبر نہیں تھی کہ وہ اس وقت برآمدے سے بالکل ملحق

کچن میں ہے۔"
"معلوم نہیں اس نے وہ سب سنا تھا یا نہیں۔" تھوڑا سا کنفیوژن تو انہیں ضرور ہوا مگر بشریٰ کے چہرے سے کوئی اندازہ لگانا مشکل تھا۔

اب وہ کافی بدلی بدلی لگنے لگی تھی' خاص طور پر ان کے ساتھ تو وہ صرف رسمی سی بات چیت کیا کرتی تھی۔ سارا وقت خاموشی سے گھر کے کاموں میں اور بچوں میں لگی رہتی یا پھر امی اور دیبا کے کمرے میں جا بیٹھتی۔ انہوں نے اس کی کوئی ایسی خاص پروا بھی نہیں کی تھی۔ ایاز جتنا خوشی خوشی گیا تھا' واپسی پر اتنی ہی کھٹک دل میں لیے آیا تھا۔

اگلے دن رفیعہ چچی آئیں تو خاصی پریشان تھیں۔
"ایاز کہہ رہا ہے کہ اتنی جلدی کرنے کی ضرورت نہیں' غیر لوگ ہیں' ایک دم بھروسا مت کریں۔" امی اور دیبا دونوں کا منہ حیرت سے کھلا رہ گیا۔

"دماغ خراب ہو گیا ہے کیا ایاز کا' اتنی اچھی لڑکی اور اتنے بھلے لوگ۔" امی جو عموماً ایاز کا ساتھ دیا کرتی تھیں' اس وقت انہیں ایاز پر غصہ آنے لگا۔

دیبا اتنی رنجیدہ تھی کہ اس سے کچھ بولا ہی نہیں جا رہا تھا' تب ہی بشریٰ چائے لے کر اندر چلی آئی۔ سارا معاملہ سن کر بھی اس کے تاثرات میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔

"آپ برا مت مانیے گا چچی! ایاز کی شادی اب شاید ہی یہاں ہو سکے۔" بہت ضبط کرنے کے باوجود بھی وہ کہہ ہی گئی۔

اس کی صاف گوئی کی عادت خود اس کے اپنے لیے تکلیف دہ ثابت ہوئی تھی اور کئی دن ہوئے اس نے کوئی بھی متنازعہ بات منہ سے نکالنے سے توبہ کر لی تھی پھر بھی غلطی ہو ہی گئی۔ امی اور چچی دونوں ہی اس کی بہت قدر کرتی تھیں مگر پھر بھی برا مان گئیں۔

"اللہ نہ کرے' اچھی بات منہ سے نکالو بیٹی!" رفیعہ چچی پریشان سی واپس چلی گئیں' تب امی بشریٰ بھابھی کو دیر تک سمجھاتی رہیں' تب ہی باہر سے زوبیہ اور چھوٹی خالہ کی آواز آنے لگی تو وہ جلدی سے اٹھ کر باہر چلی گئیں۔ چند منٹ کے لیے کمرے میں صرف دیبا اور بشریٰ ہی رہ گئیں۔ دیبا کو اس پر بہت رحم آ رہا تھا' آج کل مستقل اس کے برے دن چل رہے تھے' پہلے نازو بھابھی اور سعید کی خفگی جھیلنی پڑی اور اب امی اور رفیعہ چچی۔

"امی کی ناراضی کا برا مت مانیے گا بھابھی! وہ تو بس ایسے ہی۔" اپنے طور پر اس نے بشریٰ کو تسلی دینا چاہی مگر اس نے فوراً' بات کاٹ دی۔

"امی کی بات کا میں کیسے برا مان سکتی ہوں دیبا! وہ تو جو کچھ بھی کہہ رہی تھیں میری بھلائی کے لیے کہہ رہی تھیں مگر میں نے جو کچھ بھی کہا' وہ ٹھیک کہا ہے۔" دیبا حیرت سے اس کی شکل دیکھنے لگی۔ بشریٰ کے چہرے پر سنجیدگی تھی۔

"نازو بھابھی ایاز کی شادی ہرگز نہیں ہونے دیں گی' میں نے بہت پہلے یہ اندازہ لگا لیا تھا۔" دیبا نے ایک گہری سانس اندر ہی اندر اتاری' بات کچھ کچھ سمجھ میں آ رہی تھی۔

اپنی بے عزتی کا بدلہ لینے کے لیے بشریٰ نے جوابی کارروائی کی ٹھانی تھی۔ نازو بھابھی گھر میں جس اعلا مقام پر فائز تھیں' انہیں اس سے گرانے کے لیے ایسی ہی کردار کشی کی جا سکتی تھی۔

"چھی!" اسے افسوس ہونے لگا۔
بشریٰ کو تھوڑا الگ سمجھنا بھی بس غلطی ہی تھی۔ نازو بھابھی پھر بہتر تھیں' جو کچھ کہنا سننا ہوتا' سامنے ہی کہہ لیتی تھیں۔ بشریٰ نے اس کی خاموشی پر ذرا بھی دھیان نہیں دیا تھا۔

"وہ ایاز کی شادی زوبیہ سے کرانے کے چکر میں ہیں اور کیا خبر کروا کر ہی چھوڑیں' انہیں ہر طرح کے حالات کو اپنے فیور میں کرنا آتا ہے۔" یہ ایک اور انکشاف تھا جو وہ کر رہی تھی۔

اس بار دیبا سے ضبط نہ ہو سکا' بدگمانی کی بھی آخر کوئی حد تھی۔

"ایسی کوئی بات نہیں ہے بھابھی! انہیں ایسا کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ زوبیہ کے تو ویسے ہی بہت رشتے آ رہے ہیں۔" وہ بڑے یقین سے بشریٰ کو بتانے لگی' ان آئے دن آنے والے رشتوں کی اطلاع زوبیہ اور نازو بھابھی دونوں ہی کی زبانی ملتی رہتی تھی اور اسے بجا طور پر بڑا رشک بھی آتا تھا۔ بشریٰ جواباً" زور سے ہنسی' بالکل ایسے جیسے مذاق اڑا رہی ہو۔ دیبا کو تھوڑا سا برا بھی لگا' تب ہی نازو بھابھی ایک شاپر لیے کمرے میں چلی آئیں۔

"لو بشریٰ! یہ تمہارا سوٹ' تمہیں وہ اچھا نہیں لگا تھا نا' اس لیے میں ایک اور لائی ہوں۔" بڑی محبت سے وہ شاپر سے سوٹ نکال کر بشریٰ کو تھما رہی تھیں۔

"کیسا ہے' اچھا لگا؟" دیبا بھی اسی طرف متوجہ ہو رہی تھی۔ خوش رنگ اور خوب صورت پرنٹ والا سوٹ اچھا لگ رہا تھا۔ بشریٰ کے انکار کرنے کے باوجود انہوں نے اسے زبردستی تھما دیا۔

"اور یہ تمہارا۔" انہوں نے ایک اور نکال کر دیبا کے ہاتھ میں دیا۔

دیبا نے سوچا' کیا خبر تمہیں بھی اچھا نہ لگا ہو' یوں ہی بشریٰ میں رکھ لیا ہو۔ دیبا کو نہ چاہتے ہوئے بھی شرمندگی گھیرنے لگی۔

نازو بھابھی کا اندازہ اس کے بارے میں سو فیصد درست تھا' خود اس کی الماری میں وہ جوڑا ابھی تک ان سلا پڑا تھا۔ وہ فطرتاً" کسی ایک بات کے پیچھے پڑی رہنے والی لڑکی نہیں تھی۔ ذرا سی دیر میں خفا ہو جاتی تو اس سے بھی کم وقت میں اس کے دل سے سارا گلہ جاتا بھی رہتا تھا۔ اس بار جو سوٹ آئے تھے' وہ خوب صورت بھی تھے اور قیمتی بھی۔ تشکر سے بھیگے لہجے میں دیبا نے نازو بھابھی سے ان کی تعریف بھی کی اور اپنی سوچ پر دل میں خود کو تنبیہہ بھی کی۔

کسی اور کا کیا رونا' مادیت پرستی میں وہ کون سی کم تھی۔ ایک معمولی سے جوڑے کے پیچھے اپنی جان جلاتی رہی تھی۔ سر کو ہلکے سے جھٹک کر وہ ان سارے شرمندہ کرنے والے خیالوں سے نکل کر' ان سے زوبیہ کے بارے میں پوچھنے لگی تو پتا چلا کہ وہ جا بھی چکی۔

"اس کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی' سر میں درد ہو رہا تھا۔" نازو بھابھی سرسری انداز میں کہتے ہوئے باہر چلی گئیں۔

دیبا نے بشریٰ کی طرف دیکھا۔ نازو بھابھی کا دیا ہوا سوٹ ابھی تک اس کے ہاتھ میں تھا۔ دیبا نے اسے ایک بار بھی نازو بھابھی کا شکریہ ادا کرتے نہ سنا تھا۔ دیبا کو اپنی طرف دیکھتا پا کر وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر دروازے کی طرف بڑھی اور باہر نکلنے سے پہلے جیسے ایک اور ضروری بات کہنی یاد آ گئی۔

"یہ سوٹ لا کر نازو بھابھی نے اپنے بارے میں میرا یقین اور بھی مضبوط کر دیا ہے' جو کچھ میں نے ان کے بارے میں کہا ہے' وہ بہت جلد سب پر ثابت ہو جائے گا۔" اس کا لہجہ سرد تھا' اپنی بات کہہ کر وہ تیزی سے باہر نکل گئی۔

دیبا کو صرف اس بات کا افسوس تھا کہ دونوں بھابھیوں کے درمیان چھڑی سرد جنگ گھر کے ماحول کو بدستور خراب کر رہی تھی۔

☼ ☼ ☼

اگلے کئی دن بنا کسی نئی بات کے گزرے' نازو بھابھی کی خوش اخلاقی انتہا پر تھی' سو گھر کا ماحول بھی نارمل ہی رہا اور وہ جو یہ سمجھ رہی تھی کہ بشریٰ' نازو بھابھی کے ساتھ محاذ آرائی جاری رکھے گی تو ایسا کچھ بھی نہیں ہوا تھا۔ ادھر ایاز کا معاملہ بھی ٹھنڈا پڑا ہوا تھا' معلوم نہیں وہ کس ذریعے سے اپنی تسلی کے لیے معلومات کروا رہا تھا۔

شہرین کے گھر والوں نے دو ایک بار فون کر کے خود ان کے ہاں آنا چاہا تو ایاز کی مصروفیت کا عذر کر کے انہیں وقتی طور پر ٹالنا پڑا۔

پہلے تو نہیں مگر اب اتنے دن انتظار کرنے کے بعد لگتا تھا کہ وہ لوگ برا مان گئے ہیں۔ دیبا کسی کام سے رفیعہ چچی کے پاس آئی تو رشتے والی آنٹی پہلے سے آئی بیٹھی تھیں اور بے حد گرم تھیں۔

"پچیس سال سے یہی کام کررہی ہوں' انسان کو ایک نگاہ میں دیکھ کر پہچان لیتی ہوں' اسی لیے شہرین کے گھر والوں کی گارنٹی دی تھی میں نے۔ اللہ نہ کرے کیا خرابی ہے ان کی بچی میں جو اس طرح ٹال مٹول کی جارہی ہے۔" مارے غصے کے انہوں نے سامنے رکھی چائے کو بھی ہاتھ نہیں لگایا تھا۔ آخر اتنے عرصے سے وہ ایک لاحاصل بھاگ دوڑ میں مصروف تھیں۔

"بس چند دن کی بات اور ہے' ذرا ایاز فارغ ہو تو پھر۔" چچی ان کا غصہ ٹھنڈا کرنے کی کوشش میں تھیں' دیبا خاموشی سے قریب پڑی کرسی پر بیٹھ گئی۔

"سارے زمانے کی مصروفیت ایک اکیلے ایاز کے حصے میں آگئی ہے کیا' وہ لوگ تو اب صاف مذاق اڑاتے ہیں کہ ایاز میاں کیا پرائم منسٹر لگ گئے ہیں۔"

اندر کمرے میں بیٹھا ایاز ایک ایک لفظ سن رہا تھا' بہت تلملایا۔ شہرین اسے اتنی پسند نہ آئی ہوتی تو یقیناً اتنے بدتمیز لوگوں کو بڑا اچھا جواب دیتا۔ رشتے والی آنٹی' چچی کے روکنے کے باوجود نہ رکیں۔ وہ بے چاری مایوس ہو کر وہیں صحن میں بچھے پلنگ پر بیٹھ گئیں۔

"معلوم نہیں کیا ٹھانی ہے اس لڑکے نے' تمہارے چچا بھی ناراض ہو رہے ہیں مجھ پر۔" دیبا انہیں تسلی دینے لگی۔ چچی کو اس سے بہت ڈھارس تھی' اپنی گیلی ہوتی آنکھوں کو صاف کرتے ہوئے اس کے نرم اور سادہ چہرے کو تکنے لگیں۔

"اگر قسمت اچھی ہوتی تو دیبا ہی انہیں مل جاتی۔" ہزار بار کا آیا خیال اب بھی دل کے ساتھ تھا۔ تب ہی ایاز کمرے سے نکل کر قریب آکھڑا ہوا۔ چچی اظہار ناراضی کی وجہ سے فوراً ہی وہاں سے اٹھ کر اندر چلی گئیں۔

"ایسا کیوں کررہے ہو تم؟ اتنی مشکل سے تو بات بنی تھی اور اب۔" اسے ایاز پر بہت دنوں سے غصہ تھا۔ "کیا ہے تمہارے دل میں آخر؟ اگر شکی مزاج ہو تو پھر رہنے دو اچھا ہے بے کار میں ایک لڑکی کی زندگی برباد کرنے والی بات۔" وہ "پرائم منسٹر" والا طعنہ سن کر پہلے ہی چڑا ہوا تھا' مزید تعریف سن کر اور بھی جھنجلا گیا۔

"میرا دماغ خراب نہیں ہے' یہ تو نازو بھابھی ہیں جو کسی جاننے والی کے ذریعے معلومات کروا رہی ہیں۔" نازو بھابھی کی ساری قسما قسمی کے باوجود وہ سب کچھ بھول کر ان کا نام لے ہی گیا۔

دیبا ششدر سی اس کی شکل دیکھ رہی تھی۔

"نازو بھابھی؟ بھلا ان کا شہرین کے گھر والوں سے کیا تعلق۔ وہ تو انہیں جانتی بھی نہیں اور ایسی کیا معلومات کرکے دیں گی وہ' اچھے بھلے شریف لوگ ہیں بے چارے۔" اسے ایاز کی حماقت پر یقین نہیں آرہا تھا۔

اور وہ جو نازو بھابھی سے رازداری کے عہد کو توڑ کر پہلے ہی شرمندہ تھا' مزید یہ بتانے سے خود کو روک رہا تھا کہ نازو بھابھی کی دی ہوئی ابتدائی رپورٹ کچھ زیادہ امید افزا نہیں تھی۔

"سنا ہے لڑکی بے حد مغرور ہے اور اس کی وجہ سے گلی میں لڑکوں کے کئی بار جھگڑے بھی ہوئے ہیں۔" ابھی چند دن پہلے ہی انہوں نے اسے بتایا تھا جس کو وہ زیادہ برا نہیں سمجھ پایا تھا۔

"خوب صورت لڑکیاں اکثر مغرور ہوتی ہیں اور ان کے پیچھے لڑکے آپس میں دشمنی بھی پال لیتے ہیں' اس میں بے چاری شہرین کا تو کوئی قصور نہیں ہے۔" نازو بھابھی نے اس کی "وسیع القلبی" پر کتنی کوفت کا سامنا کیا تھا' یہ اسے خبر ہی نہ ہوئی۔ دیبا چپ چاپ اس کی شکل دیکھ رہی تھی۔

"اصل میں تم اور امی اتنی سیدھی ہو کہ لوگوں کو پہچاننا تمہارے لیے بے حد مشکل ہے۔"

معلوم نہیں یہ خوبی تھی یا خرابی۔

"یہ بھی نازو بھابھی نے ہی کہا ہے؟" وہ سپاٹ لہجے میں پوچھ رہی تھی۔ ایاز سے فوری جواب نہیں بن پڑا اور پھر وہ رکی بھی نہیں۔

گھر میں داخل ہوتے ہی اسے بشریٰ بھابھی نظر آئیں' وہ اپنے چھوٹے بیٹے کو کچھ کھلا رہی تھیں۔

"نازو بھابھی ایاز کی شادی نہیں ہونے دیں گی۔" کئی دن پہلے کہے گئے جملے کی بازگشت بہت قریب

سنائی دی۔

دیبا کا دل بہت زور سے دھڑکنے لگا' وہ دانستہ بشریٰ کو نظرانداز کرکے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی' سامنے نازو بھابھی کا کمرہ کھلا ہوا تھا۔

جاوید بھائی' نازو بھابھی اور امی تینوں ٹیلی فون گھیرے بیٹھے تھے۔ ریسیور جاوید بھائی کے ہاتھ میں تھا' اگر وہ ایاز کی باتوں سے اس قدر پریشان نہیں ہوتی تو یہ دیکھنے کے لیے ضرور ایک منٹ رکتی کہ یہ اجتماعی فون کس کو کیا جارہا ہے' مگر اس وقت دل بڑا عجیب سا ہو رہا تھا۔

اگر واقعی نازو بھابھی کی یہی نیت ہے تو بشریٰ کی دوسری بات بھی صحیح نکلنے والی تھی' اسے زوبیہ یاد آئی۔ آج کل اس کا آنا نہ آنے کے برابر ہی رہ گیا تھا۔

"کیا زندگی بھی کوئی ایسی ہی چیز ہے' جس میں حسب منشا کرداروں میں ردوبدل کرلیا جائے۔" اس نے بہت حیرت سے سوچا۔

"بڑا کنفیوژن ہے بھائی!"

وہ کچھ اتنی الجھی الجھی رہی کہ نہ امی کی گہری ہوتی خاموشی پر دھیان دیا اور نہ ہی سکھر آنے جانے لگے فونز کا کوئی نوٹس لیا۔

بڑی خالہ شروع سے سکھر میں تھیں اور چند سال پہلے باضابطہ طور پر یہ طے پاچکا تھا کہ وہ بھی شجاع سے شادی کے بعد وہیں چلی جائے گی اور بعد میں شاید کینیڈا۔ بڑوں کا کیا ہوا فیصلہ تھا جس پر اس نے اچھی بچیوں کی طرح سر جھکا دیا تھا۔ شجاع سنجیدہ طبیعت تھا اور بچپن سے اب تک وہ گنتی کی چند بار ہی یہاں آیا تھا۔ کزن ہونے کے ناتے بھی اس کے ساتھ کوئی بے تکلفی نہیں تھی اور اب تو چار سال ہوئے وہ کینیڈا جا بیٹھا تھا' اس کی قسمت کا دارومدار اب شجاع کی واپسی پر تھا۔

زوبیہ اکثر کہتی تھی کہ شجاع اسے فون نہیں کرتا' کبھی کوئی تحفہ نہیں بھجواتا وغیرہ وغیرہ مگر اسے بڑی خالہ کی عید بقرعید پر بھیجی گئی عیدی ہی مطمئن رکھتی تھی۔ اس حوالے سے کوئی وہم' وسوسہ دل میں جگہ نہ بنا سکا۔

امی کی چپ پر بھی اسے یہی خیال گزرا کہ وہ بھائیوں کی کسی بات پر اداس ہو رہی ہیں' آج بہت دن بعد زوبیہ آئی تو وہ انہماک سے کچن میں کھڑی کھیر بنا رہی تھی۔

"تم پکا رہی ہو؟" اس نے کچھ اتنی حیرت سے پوچھا کہ دیبا چمچہ ہاتھ سے رکھ کر اس کی طرف دیکھنے لگی۔

"کیوں' میں تو اکثر ہی پکا لیتی ہوں۔" "شاید وہ اسے بالکل ہی نکما سمجھتی تھی" اسے ایسا ہی خیال گزرا۔

"بہت ہمت ہے تمہاری ورنہ میں تو بستر ہی سے۔"

"زوبی... زوبی..." نازو بھابھی تیزی سے کچن کے دروازے میں آکھڑی ہوئیں۔

"کیا فضول باتیں لے بیٹھیں' ہماری دیبا ایسی گئی گزری نہیں ہے جو بے کار کا غم دل پر لگا کر بیٹھ جائے۔ آؤ اندر آکر بیٹھو۔" سرسری سے انداز میں کہتی ہوئی وہ آگے بڑھ کے کھیر کے پتیلے میں دیکھنے لگیں۔

"نہیں کرتا شجاع شادی تو نہ کرے' دیبا کے لیے اچھے لڑکوں کی کمی تھوڑی ہے۔" تیز تیز چمچہ چلاتے ہوئے انہوں نے جیسے کسی پڑوس سے ملنے والی خبر پر تبصرہ کیا۔

فوری طور پر تو جیسے اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا' ساکت سی نگاہوں سے اسے دیکھے گئی۔

"اور میں تو کہتی ہوں' اچھا ہی ہے' اتنے سال سے باہر ہے۔ کوئی خیر خبر نہیں' کیا پتہ شادی بھی کر رکھی ہو وہاں۔" وہ کھیر میں چمچہ چلاتے ہوئے اپنی بات جاری رکھے ہوئے تھیں۔ ان کی ساری توجہ کھیر پر تھی۔

"لگ گئی ہے نیچے۔ لگتا ہے تم نے دھیان نہیں دیا' بڑا ڈونگا نکال کر دو الماری سے' میں نکال کر رکھوں اسے۔" وہ ایک دم بہت کام والی گھر ہستن خاتون دکھائی دینے لگیں۔

دیبا کسی روبوٹ کی مانند گھومی اور شیلف سے شیشے کا بڑا ڈونگا اٹھا کر ان کی طرف بڑھا دیا۔

"پھر بھی افسوس تو ہوتا ہے نا آپا! اتنے سال کی منگنی اور اس طرح ختم کردی کوئی تو اعتراض ہو گا شجاع بھائی کو۔" "اس وقت نوبیہ سے بڑا کوئی دوسرا ہمدرد نہیں تھا دیبا کا مگر کسی نے بڑی تیزی سے اس کی بات کاٹی۔

"کوئی اعتراض نہیں ہے شجاع کو میری اس سے بات ہو گئی ہے۔" نوبیہ اور نازو بھابھی دونوں ہی نے بیک وقت اس کی طرف دیکھا مگر اس کی ساری توجہ دیبا کی طرف تھی جو سلیب کا سہارا لیے بالکل لاتعلق کھڑی تھی۔ اس کا رنگ محض چند منٹ میں نمایاں طور پر زرد ہو چکا تھا۔ اتنے دن سے دیبا نے سارا قصہ چھپائے رکھنے کی ساری کوشش اب آخری وقت میں بڑے بھونڈے طریقے سے عیاں ہوئی تھی۔

اسے زور کا غصہ ان دونوں بہنوں پر آنے لگا مگر اس وقت غصہ کرنے کی بھی گنجائش نہیں تھی۔

"تم ذرا بھی فکر نہ کرو کچھ مس انڈر اسٹینڈنگ ہو گئی تھی شجاع کے ساتھ اس لیے وہ ایسی بے وقوفی کی باتیں کر بیٹھا۔ اصل میں غلطی ہم لوگوں کی بھی ہے۔ اس سے بالکل ہی بے غرض ہو کر بیٹھ گئے تھے۔" اس کی تسلی کے لیے ایاز کے پاس بہت کچھ تھا کہنے کو۔ دیبا کی نگاہ آہستہ سے اٹھی اور اس کے چہرے پر جم گئی۔

کتنی عجیب بات تھی کہ اس کی زندگی میں پیش آنے والے اس اہم ترین واقعہ کی سب کو خبر تھی، سوائے اس کے اپنے احمق پن پر اسے پہلے کبھی اتنا غصہ نہیں آیا تھا جتنا کہ اب۔

"تمہیں کیا ضرورت تھی شجاع کو فون کرنے کی، کتنی گری ہوئی باتیں کی ہیں اس نے۔ جاوید نے سختی سے منع کر دیا تھا کہ ہمیں کوئی رابطہ ہی نہیں کرنا۔" نازو بھابھی نہ جانے کیوں ایک دم غصے میں آ گئیں۔

"کیوں نہیں کرتے فون؟ میں نے اور سعید نے تو فیصلہ کر لیا تھا کہ ہم اسے پاکستان کھینچ کر لائیں گے، چاہے کچھ بھی کرنا پڑے۔" ایاز کو ان کا اعتراض بہت برا لگا تھا اور شاید پہلی بار اس کی ان سے یوں دوبدو بحث ہو رہی تھی۔

دیبا نے ایک خاموش نگاہ نازو بھابھی پر ڈالی، وہ بہت بوکھلائی ہوئی تھیں۔

دیبا کے دل کو ایک دم کچھ عجیب سا احساس ہونے لگا۔ ایک بے حد تکلیف وہ حقیقت اس کے دل پر اتری تھی۔ دکھ کی وہ صورت، جو صرف دل کو نہیں اعصاب کو بھی توڑتی ہوئی دل و جاں سے گزرتی ہے اور یہ محض شجاع کو کھونے کا غم نہیں تھا۔

"تم بالکل ریلیکس ہو جاؤ دیبا! شجاع اپنی باتوں پر شرمندہ ہے، کسی نے اسے بہکایا تھا۔ کہہ رہا تھا ایک آدھ دن میں بتاؤں گا ہم نے بھی زور نہیں دیا۔ ظاہر ہے کوئی جاننے والا ہی ہے، ورنہ......" ایاز بظاہر کتنا ہی جھگڑالو اور بدتمیز سہی مگر اتنے برسوں کے ساتھ میں اس کے دل کی اچھائی پر دیبا کو کبھی بھی شک نہیں ہوا تھا۔

ضبط کی کوشش میں اس کی آنکھیں آنسوؤں سے بھرنے لگیں۔

"کسی سے کچھ بھی پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے ایاز! پلیز کچھ بھی مت پوچھنا تم اس سے۔" اس کے لہجے میں ایسی التجا تھی کہ ایاز کا سر خود بخود ہی ہل گیا۔

"اور ایک بات اور۔"

"یہی تو میں کہہ رہی ہوں۔" نازو بھابھی نے پھر سے مداخلت کرنا چاہی مگر اس نے انہیں ہاتھ کے اشارے سے روک دیا۔ ان کی طرف دیکھنے کی بھی اس نے ضرورت نہیں سمجھی تھی۔

"ایک فون تم نے شجاع کو میری خاطر کیا، اب ایک میرے کہنے سے کرو آج اور ابھی۔ اس سے کہہ دو، میں اس سے شادی کے لیے راضی نہیں ہوں، کسی بھی صورت اور اب اس سلسلے میں مزید کوئی بات نہیں ہوگی۔" اس کا لہجہ جو شروع میں آنسوؤں میں بھیگا ہوا تھا، بات ختم ہونے تک مضبوط اور حتمی ہو چکا تھا۔

اپنی بات کہہ کر وہ فوراً ان لوگوں کے پاس سے گزرتی ہوئی باہر چلی گئی۔ برآمدہ خالی پڑا تھا۔ بشریٰ کے کمرے کا دروازہ نیم وا تھا۔ دیبا کے قدم ایک لمحے کے لیے اس کے کمرے کے سامنے ست پڑے اور سر بالکے سے احترام میں جھکا، زندگی میں آئی تکلیف کا مثبت پہلو یہی ہوتا ہے کہ وہ بدلے میں کچھ سکھا کر ضرور جاتی ہے۔

اس نے بھی انسانوں کی پہچان سیکھ لی تھی۔ ادھر کچن میں نازو بھابھی زور زور سے بول رہی تھیں۔

"لو دیکھ لو اپنی نیکی کا انجام، صاف منہ پر منع کر گئی ہے دیبا، بجائے اس کے کہ شکر گزار ہوتی کہ بگڑی بات کو تم بنانے کی کوشش کر رہے ہو الٹا۔" ایاز نے کچھ اور زیادہ نہیں سنا۔

اچانک نازو بھابھی کی ساری اہم باتیں اس کے لیے بالکل بے معنی ہو رہی تھیں۔ ایک آئینہ تھا جو غیر دانستہ طور پر دیبا اس کے آگے بھی رکھ گئی تھی جس میں چند صورتیں تیزی سے بن اور بگڑ رہی تھیں اور اس میں سب سے نمایاں صورت خود اس کی اپنی تھی۔

وہ خود بھی تو شجاع کے نقش قدم پر چل رہا تھا، اسے خود پر بے پناہ شرم محسوس ہوئی مگر اس کے پاس ابھی شاید وقت باقی تھا خود کو سدھارنے کا اور ساتھ میں اپنی زندگی کو بھی۔ وہ اندر جانے کے بجائے واپس بیرونی دروازے کی طرف بڑھا تو نازو بھابھی نے اسے روکنا چاہا۔

"بہت ضروری بات کرنا ہے تم سے، ذرا رکو تو۔" اس نے پل بھر کے لیے رک کر ان کی طرف دیکھا جن کے دل کی سیاہی معلوم نہیں اعمال کو کہاں لے جانے والی تھی۔

"مجھے ایک نہیں، دو ضروری باتیں کرنی ہیں اور وہ بھی فوراً" سے پیشتر۔" کچھ عجیب سے انداز سے وہ مسکرایا اور باہر نکل گیا۔

ایک فون اسے شجاع کو کرنا تھا اور ایک درخواست والدہ محترمہ کے حضور پیش کرنا تھی جو شیریں والا قصہ ختم ہونے کے بعد سخت ناراض تھیں۔

اسے یقین واثق تھا کہ یہ ناراضی محض اب چند منٹ کی ہے۔ کیوں کہ وہ رفیعہ بیگم کی دیرینہ خواہش دیبا کو اپنانے کا عہد کر چکا تھا۔ یہ وہ عکس تھا جسے بارہا اس نے اپنی ماں کے چہرے پر محسوس کیا تھا۔

☼